177 176 Blank

تحقیق مسئلہ تراویح

تالیف

مناظر اسلام حضرت مولانا

محمد امین صفدر

اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارا رسالہ تحقیق مسئلہ تراویح شائع ہوا تو الحمد للہ اتنا مقبول ہوا کہ اس کے کئی ایڈیشن چھپے اور ہاتھوں ہاتھ نکل گئے۔ جہاں اہل سنت والجماعت اندرون ملک و بیرون ملک اس سے مستفیض ہوئے وہیں غیر مقلدین میں صف ماتم بچھ گئی بڑی میٹنگیں ہوئیں کہ کوئی کاتب کی غلطی مل جائے تو تقریر و تشہیر سے اس کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جائے کیونکہ اس جماعت کا مبلغ علم اتنا ہی ہے۔ علمی مضامین کا سمجھنا بھی ان کے بس میں نہیں تو جواب کیا دیں۔ آخر غیر مقلدین کے مدرسہ محمدیہ جلال پور پیر والا کے شیخ الحدیث مولوی سلطان محمود اور اس مدرسہ کے مدرس مولوی محمد رفیق نے مل کر برائے نام ہمارے رسالے کا جواب لکھا اور اپنے ایک شاگرد محمد ایوب صابر مدرس جامعہ محمدیہ خان پور کے نام سے چھپوایا۔ اصل مسئلہ تو رسالے میں مان لیا۔ چنانچہ لکھا ہے "ہم ان کی بیس رکعت تراویح پر کوئی اعتراض نہیں کرتے" (تحقیق تراویح صفحہ ۱۰۴) اس روایت پر کہ حضرت سوید بن غفلہؒ (جو حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد تھے) رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے، لکھتے ہیں "یہ ہمارے مسلک کے خلاف نہیں" (تحقیق تراویح صفحہ ۷۳) اس روایت پر کہ حضرت سائب بن یزیدؓ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے، لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند بلا غبار صحیح ہے (ص ۵۱) نیز لکھتے ہیں "ہم تو کہتے ہیں کہ صحابہ کرام ۱۱، ۱۳، ۲۰، ۲۴، ۲۸، ۳۶، ۳۹ پڑھتے تھے" (ص ۵۳) پھر لکھتے ہیں "یہ تو صحیح ہے کہ بیس رکعت میں آٹھ رکعت شامل ہیں" (ص ۱۰۰) جب بیس رکعت پر خلافت راشدہ میں مواظبت مان لی تو بیس رکعت کا سنت خلفاء راشدین ہونا مان لیا۔ اور یہ بھی لکھ دیا کہ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ پر عمل کرنے سے کون بے وقوف روک سکتا ہے کہ یہ بھی تو فرمان رسول ﷺ ہے" (ص ۹۳)

نوٹ: آپ کی جماعت میں ایسے بے وقوفوں کی کمی نہیں جو ہر رمضان میں بیس رکعت کے خلاف چیلنج بازی اور اشتہار بازی کرتے ہیں۔

صاحب رسالہ نے بیس رکعت کی اتنی حیثیت تو مان لی جتنی اول شب باجماعت پورا ماہ مسجد میں ختم قرآن کے ساتھ تراویح پڑھنے کی ہے۔ جب ان پانچ باتوں کے خلاف انہوں نے کوئی رسالہ نہیں لکھا تو بیس رکعت کے خلاف رسالہ لکھ کر بقول خود بے وقوفی کا ثبوت کیوں دیا؟

دروغ گورا حافظہ نباشد۔ بیس رکعت جائز ہیں، اس میں آٹھ بھی شامل ہیں۔ دور فاروقی، دور عثمانی اور بعد میں بھی لوگ بیس پڑھتے تھے۔ مگر پھر امام مالکؒ کی طرف ایک غلط منسوب قول کے ذریعہ گیارہ سے زائد کو بدعت بھی قرار دیدیا (تحقیق تراویح ص ۳۳، ص ۹۹) امام مالکؒ ائمہ اربعہ میں سے دوسرے امام ہیں۔ ان کی فقہ باقاعدہ مرتب و مدون اور مالکیوں میں تواتر کے ساتھ معمول بہ ہے۔ فقہ مالکی کے کسی متواتر متن میں اگر یہ قول دکھادیں تو ایوب اور اس کے دونوں استادوں کو ضب (گوہ) کا ناشتہ کروادیں گے۔ اس کے ناقل مالکی فقہاء نہیں بلکہ علامہ سیوطیؒ شافعی ہیں۔ راوی بھی کوئی مالکی نہیں شافعی ہے۔ نہ سیوطیؒ کی ملاقات راوی سے نہ راوی کی امام مالکؒ سے۔ خود رسالہ میں لکھا ہے جب تک اسنادی حیثیت واضح نہ ہوگی، استدلال درست نہیں۔ (ص ۵۵)

قلابازیاں

علامہ سیوطیؒ کے اصل رسالہ میں **قال الجوری من اصحابنا** ہے۔ لفظ اصحابنا سے صاف ظاہر ہے کہ یہ جوری شافعی ہے اور طبقات شافعیہ ص ۳۰۷، ج ۲ پر الجوری کا ذکر ہے۔ اس کا نام علی بن الحسین القاضی ہے۔ اس کی پیدائش ۲۳۸ھ میں ہے یعنی امام مالکؒ سے تقریباً ۵۹ سال بعد پیدا ہوا۔ اور علامہ سیوطیؒ کی وفات ۹۱۱ھ ہے۔ تقریباً چھ سو سال بعد، کیا اس سند کا اتصال شیخ الحدیث مع التثلیث ثابت کرسکتے ہیں؟

اجوبہ

مولانا عطاء اللہ حنیف غیر مقلد نے جب علامہ سیوطیؒ کا یہ رسالہ چھپوایا تو اصل رسالہ میں تو الجوری رہنے دیا مگر حاشیہ میں یہ جھوٹ لکھ دیا کہ بعض نسخوں میں الجوزی ہے بعض میں ابن الجوزی۔ حالانکہ نہ تو الجوزی کا شافعی ہونا ثابت ہے (ان کی پیدائش ۴۵۷ھ اور وفات ۵۳۵ھ) نہ امام مالکؒ اور علامہ سیوطیؒ سے ملاقات۔ اور ابن الجوزی حنبلی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ اردو) ان کی پیدائش ۵۱۰ھ اور وفات ۵۹۷ھ میں ہے۔ ان کی بھی ملاقات نہ امام مالکؒ سے ثابت نہ علامہ سیوطیؒ سے۔

اجوبے در اجوبے

بیچارے ایوب صابر نے ابن الجوزی کو مالکی لکھ مارا (ص ا) یہ ان کا علمی شاہکار ہے۔ ایوب صابر صاحب نے ص ۳۲ پر ایک عنوان قائم فرمایا۔ ''امت میں گیارہ رکعت تراویح کے قائلین'' اور چودہ سو سال میں صرف ۷ آدمی تلاش کیے۔ جن میں (۱) امام مالکؒ (ان کے قول کا بے سند ہونا گزر چکا) (۲) ابو بکر ابن العربی مالکی اس کی کتاب شرح ترمذی میں اس کا یہ عمل ہمیں نہیں ملا۔ (۳) عمر بن احمد جوزی ابو احمد شرقی۔ (۴) عمر بن احمد جوری ابوالحسین (۵) وجیہ صاحب (۶) ابوالمنصور جس کا سن وفات ۴۶۹ھ ہے مگر ان کا کوئی حوالہ نہیں دیا حالانکہ خود ان کا فرمان ہے۔ ''ان پر ضروری اور لازم تھا کہ ان کے حوالے بھی ساتھ ذکر کرتے تا کہ حقیقت پوری طرح منکشف ہو جاتی لیکن چونکہ یہ سفسطی اوہام وجنون تھے جن کا مقصد سے ادنیٰ سا تعلق بھی نہیں ہے۔ بنابریں حوالہ دینے سے عاجز رہے (ص ب) ہم نے کتاب الانساب سمعانی دیکھی، اس میں آٹھ تراویح کا تو اشارہ بھی نہیں البتہ ایسے نام معلوم ہوئے وہاں ہے عمر بن احمد بن محمد الجوری حدث عن ابی حامد احمد بن محمد بن الحسن الشرقی (۱۱۵/۲) اس نے لکھا عمر بن احمد جوزی ابو احمد شرقی آدھا نام شاگرد کا آدھا استاد کا پہلے میں الجوری کا جوزی بنایا اور دوسرے مین ابو حامد کو ابو احمد افسوس دل کی بصیرت

سے تو یہ پہلے ہی محروم تھے اب آنکھوں کی بصارت بھی جواب دے گئی۔ مولوی سلطان محمود تو بے چارے بوڑھے ہیں۔ دوسرے ہی غور سے دیکھ لیتے اور جس کو عمر بن احمد جوری ابوالحسین لکھا ہے اس کا اصل نام ابوالحسن احمد بن عمر الخفاف ہے باپ کو بیٹا، حسن کو حسین بنادیا اور وجیہ صاحب ابوبکر بن ابی عبدالرحمٰن الشحامی ہے اور ابو المنصور اصحاب ابی حنیفہ میں سے ہیں۔ آٹھ رکعت تراویح کے ساتھ ان کو دور کا بھی تعلق نہیں۔ اب تو سلطان محمود کو یہ ورد کرنا چاہیے۔

اے میرے باغ آرزو کیسا ہے باغبائے تو
کلیاں تو گو ہیں چار سو کوئی کلی کھلی نہیں

مالکی فقہ کے متون اور مالکیوں کے متواتر تعامل کے خلاف ایسا بے سند قول پیش کرنا جہالت اور خرق اجماع ہے (درمختار)

محمد امین صفدر

ابتدائیہ

نماز تراویح کے بارے میں مندرجہ ذیل سوالات کا جواب غیر مقلدین کسی حدیث صحیح غیر معارض سے نہیں دے سکے۔

(۱) جس طرح احادیث میں نماز فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء ضحیٰ تہجد، وتر نمازوں کے نام آئے ہیں، کیا کسی صحیح حدیث میں کسی نماز کا نام تراویح بھی آیا ہے یا نہیں؟

(۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ چار رکعت رات کے وقت پڑھتے ثم یروح واطال پھر کافی دیر تک استراحت اور وقفہ کرتے تھے (بیہقی ص ۴۹۷، ج ۴) امام بیہقیؒ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے مگر پوری امت نے اس نماز کا نام تراویح رکھا ہے گویا تلقی بالقبول کی وجہ سے یہ روایت مقبول ہے۔ اس تلقی بالقبول سے ہی خود غیر مقلدین نے اس نماز کا نام تراویح رکھا ہے

(۳) حضرت عمرؓ چار رکعت کے بعد ترویحہ فرماتے کہ آدمی سلع پہاڑ تک جا سکے (بیہقی ص ۴۹۷، ج ۲)

(۴) فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۴۱، ج ۶ پر ہے ''نماز تراویح کی تعریف علماء نے یہ لکھی ہے کہ نماز تراویح وہ نماز ہے جو ماہ رمضان کی راتوں میں عشاء کے بعد باجماعت پڑھی جائے اور اس نماز کا نام نماز تراویح اس لیے رکھا گیا کہ لوگ اس میں ہر چار رکعت کے بعد استراحت کرنے لگے کیونکہ تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ کے معنے ایک مرتبہ آرام کرنے کے ہیں''۔

(۵) فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۴۳، ج ۶ پر ہے ''قیام رمضان نماز تراویح سے اعم ہے کیونکہ نماز تراویح میں جماعت بھی شرط ہے۔ اگر اکیلے اکیلے پڑھیں تو تراویح

نہ ہوگی بخلاف قیام رمضان کے کہ اس میں جماعت شرط نہیں خواہ جماعت کے ساتھ پڑھیں خواہ اکیلے اکیلے پڑھیں"۔

(۶) نیز لکھا ہے کہ جو کرمانی نے کہا ہے کہ قیام رمضان سے بالاتفاق نماز تراویح مراد ہے یہ انہوں نے ایک انوکھی بات کہی ہے۔ (ایضاً)

(۷) اگر تراویح پہلے وقت میں پڑھے تو صرف تراویح ہے پچھلے وقت میں پڑھے تو تہجد کے قائم مقام ہوتی ہے۔ (ایضاً ص ۳۲۹)

(۸) نماز تہجد تو سارے سال میں ہوتی ہے اور تراویح خاص رمضان میں ہے۔

(ایضاً ص ۲۳۰ ج ۶)

(۹) جو شخص رمضان المبارک میں عشاء کے وقت نماز تراویح پڑھ لے وہ آخر وقت میں تہجد پڑھ سکتا ہے۔ تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے۔ اول شب میں تہجد نہیں ہوتی۔

(فتاویٰ علمائے حدیث ص ۳۳۱، ج ۶)

(۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹) یہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہوں تو وہ احادیث تحریر فرمائیں۔ اگر ثابت نہ ہوں تو ان اقوال کے لکھنے والے امتیوں کی تقلید سے مشرک ہیں یا نہیں؟

(۱۰) تراویح اور تہجد ایک نماز ہے، یہ قرآن کی آیت یا حدیث صحیح سے ثابت فرمائیں اپنے قیاسات لکھ کر شیطان نہ بنیں، امتیوں کے اقوال لکھ کر مشرک نہ بنیں۔

(۱۱) کیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک نماز کا نام گیارہ مہینے تہجد ہے اور بارہویں مہینے تراویح ہے؟

(۱۲) کیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ یہ نماز گیارہ ماہ نفل ہے اور بارہویں مہینے سنت ہے؟

(۱۳) کیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ گیارہ مہینے اس نماز کا وقت رات کا آخری حصہ ہے اور بارہویں مہینے اس کا وقت عشا کے فوراً بعد ہے؟

(۱۴) کیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ گیارہ مہینے یہ نماز اکیلے پڑھو اور

بارہویں مہینے میں باجماعت پڑھو؟

(۱۵) کیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ گیارہ مہینے اس میں قرآن ختم کرنا سنت نہیں ہاں بارہویں مہینے میں قرآن ختم کرنا سنت ہے؟

(۱۶) ایک شخص نے ساری عمر میں تین دن نماز تراویح باجماعت پڑھی ہیں اب نہیں پڑھتا کیا وہ گنہگار ہے؟

(۱۷) ایک آدمی کہتا ہے کہ نماز ضحیٰ نماز تہجد کی طرح یہ نماز تراویح بھی نفل ہے، اس نے نہ ساری زندگی میں کبھی نماز تراویح پڑھی ہے نہ نماز تہجد، نہ نماز ضحیٰ، کیا وہ گنہگار ہے (اگر ہے تو اس پر کتنے کوڑے حد ہیں)

(۱۸) جن محدثین اور فقہاء نے حدیث اور فقہ کی کتابوں میں نماز تہجد، نماز تراویح اور نماز وتر کے ابواب الگ الگ باندھے ہیں وہ لوگ منکر حدیث ہیں یا کیا؟

(۱۹) بعض غیر مقلد اس قسم کی شرط لگایا کرتے ہیں کہ خود حضرت عمرؓ کا بیس رکعت میں شامل ہونا دکھاؤ تو کیا یہ شرط کسی حدیث کے مطابق ہے۔ اگر کوئی یوں کہے کہ خود حضور ﷺ اور صدیق اکبرؓ کا اپنے ہاتھ سے قرآن جمع کرنا ثابت کرو ورنہ ہم یہ قرآن نہیں مانتے یا خود حضرت عثمانؓ سے جمعہ کی پہلی اذان دینا ثابت کرو۔ ورنہ ہم یہ اذان نہیں مانتے آیا اس کا یہ کہنا صحیح ہے؟

(۲۰) کیا خود حضرت عمرؓ کا تراویح کی جماعت میں شامل ہونا، پورا ماہ اول شب تراویح پڑھنا، پورا ماہ مسجد میں تراویح پڑھنا، پورا رمضان وتر جماعت سے پڑھنا تراویح میں پورا قرآن خود پڑھنا یا خود سننا ثابت ہے یا ان سب کاموں کو بھی چھوڑ دیا جائے گا؟

(۲۱) مولانا داؤد غزنوی اعلان فرمایا کرتے تھے کہ آٹھ تراویح سنت رسول اللہ کی ہے اور باقی بارہ رکعت مستحب ہیں۔ اس سے تمام جھگڑوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

(فتاوی علمائے حدیث ص ۲۶۵، ج ۲)

(۲۲) مدرسہ رحمانیہ (اہل حدیث) ہر سال اعلان کرتے ہیں کہ آٹھ رکعت سے زائد تراویح درست ہے اور باعث اجر بھی ہیں۔ (فتاویٰ ستاریہ ص ۱۹، ج ۳)

(۲۱، ۲۲) کسی صحیح حدیث میں ہے یا ابن ہمامؒ کے ایک شاذ قول کی تقلید ہے؟

(۲۳) فتاویٰ علمائے حدیث ص ۴۷، وص ۸۸، ج ۶ پر حدیث نبوی درج ہے کہ "ماہ رمضان میں کہ نفلی نیکی کا کام کرے وہ ایسا ہوگا کہ اس نے اور دنوں میں گویا فرض عبادت کی"۔ کیا بیس رکعت تراویح پڑھنے والے اس ثواب کے مستحق ہوں گے یا نہیں؟

(۲۴) جو لوگ اس ثواب سے روکیں وہ قرآنی زبان میں ﴿مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ ...﴾ (خیر کو روکنے والے) اور ﴿اَرَاَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى عَبْدًا اِذَا صَلّٰى﴾ اس آدمی کی خبر دیجئے جو ایک عظیم بندے (محمد رسول اللہؐ) کو روکتا ہے جب وہ نماز پڑھتے ہیں۔ کے مصداق ہوں گے یا نہیں؟

(۲۵) رحمانی صاحب انوار المصابیح میں بیس رکعت کے بارہ میں فرماتے ہیں۔ "بیس رکعت پڑھنے والوں کو فاروق اعظم کیوں روکتے یہ کوئی معصیت اور منکر کام تو تھا نہیں (ص ۲۲۶) اور فرماتے ہیں حضرت عمرؓ نے بیس پر نکیر نہیں فرمائی یہی اہل حدیث کا مذہب ہے (ص ۲۲۶) معلوم ہوا آج جو بیس رکعت کے خلاف اشتہار، رسالے لکھ رہے ہیں وہ اہل حدیث نہیں ہیں منکرین صحابہ ہیں۔ مولوی محمد عثمان دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ "مقلدین کی ایک بڑی جماعت نے بیس رکعت مقرر کر کے اس بدعت شنیعہ کا ارتکاب کیا ہے (رفع الاختلاف ص ۵۴) بیس رکعت کو مستحب کہنے والے بھی اہل حدیث ہیں اور بدعت شنیعہ کہنے والے بھی۔ اس تنازع کا فیصلہ خدا و رسول سے فرما کر بتائیں کہ کون سا اہل حدیث خدا اور رسول کا منکر ہے؟

(۲۷) مولوی محمد عثمان دہلوی غیر مقلد فرماتے ہیں۔ "جو شخص مغرب کی چار رکعات پڑھے اس کی نماز مغرب باوجود یہ کہ چار کے ضمن میں تین موجود ہیں ادا نہ ہوئی، ایسا ہی جس نے تراویح بیس رکعت پڑھی اس کی گیارہ رکعت مسنون ادا نہ ہوئی (ایضاً ص ۵) یہ

مولانا کا شیطانی قیاس ہے جس سے ساری امت بدعتی قرار پاتی ہے یا حدیث میں یہ ہے کہ بیس والے کی آٹھ ادا نہ ہوں گی تو وہ حدیث پیش فرمائیں؟

نوٹ: یہ مولوی محمد عثمان صاحب غیر مقلدین کے بہت بڑے عالم ہیں۔

اخبار محمدی دہلی میں ان کے علمی جواہر پارے چھپا کرتے تھے۔ یہ غیر مقلدین کے محدث اعظم حافظ عبداللہ روپڑی کے ساتھ پڑھا کرتے تھے آپ نے اخبار محمدی دہلی میں حافظ عبداللہ روپڑی کے نام ایک کھلا خط شائع کرایا تھا جس میں روپڑی صاحب کو لکھا تھا کہ آپ طالب علمی میں علت المشائخ میں مبتلا تھے اب وہ عادت چھوٹ گئی ہے یا اب بھی باقی ہے قاعدہ تو یہ ہے کہ جب تک آپ میں صوفیت رہے گی یہ لٹکا (چسکا) بھی نہ جائے لہذا مہربانی کر کے خدا سے ڈر کر اس کا صحیح جواب دیں اور اب بھی توبہ کر لیں (اخبار محمدی ص ۱۵ کالم ۳، ۱۵ جولائی ۱۹۳۹ء) حافظ صاحب نے کوئی توبہ نامہ شائع نہیں فرمایا بلکہ سنا گیا ہے آپ کے اخص تلامذہ بھی استاد محترم کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔

(۲۸) حال ہی میں فضیلت الشیخ عطیہ محمد سالم القاضی بالمحکمۃ الکبری بالمدینۃ المنورۃ والمدرس فی المسجد النبوی نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہی یہ ہے "التراویح اکثر من الف عام فی مسجد النبی علیہ الصلوۃ والسلام" جس کے مطالعہ سے پتہ چلا ہے کہ ہزار سال میں ایک ماہ رمضان بھی ایسا نہیں گزرا کہ مسجد نبوی میں پورا مہینہ آٹھ تراویح باجماعت پڑھی گئی ہوں۔ اس کے رد میں ابھی تک غیر مقلدین نے کوئی اشتہار اور رسالہ شائع نہیں کیا۔ کیا مدینہ منورہ میں بدعات کی تائید میں رسالے لکھے جائیں، ان پر عمل جاری ہو تو وہاں تردید کی ضرورت نہیں؟

(۲۹) اسی طرح جامعہ ام القریٰ مکہ المکرمہ سے بھی ایک رسالہ شائع ہوا ہے جس کا نام "اَلْهَدْيُ النَّبَوِي الصَّحِيْحُ فِي صَلٰوةِ التَّرَاوِيْح" ہے جس میں بیس کی

تائید اور آٹھ کی مخالفت ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شور مچائے گا کہ بیس تراویح سنت نبوی ہے تو پھر ہم خاموش رہنا گناہ سمجھیں گے لیکن ابھی تک آپ نے اس کا رد نہیں لکھا آپ کے شیخ الحدیث اور استاد بھی گناہ گار بنے بیٹھے ہیں۔

(۳۰) جو شخص بیس رکعت تراویح کو سنت کہے اس کے خلاف تو بیسیوں رسالے اور اشتہار آپ کی جماعت نے شائع کیے ہیں لیکن جو بیس رکعت تراویح کو بدعت کہتا ہے اس کے خلاف کتنے رسالے آپ نے شائع کیے ہیں ان کا نام اور پتہ بتائیں؟

۱۔ حضرت ابو سلمہؒ اپنے والد عبدالرحمٰنؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے رمضان کے مہینے کا ذکر فرمایا کہ ایسا مہینہ ہے کہ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ صِیَامَہٗ وَ سَنَنْتُ لَکُمْ قِیَامَہٗ اللہ نے تم پر روزہ فرض کیا میں نے قیام سنت کیا۔ پس جس نے اس مہینہ کے روزے رکھے اور قیام کیا، ایمان سے نیکی اور ثواب طلب کرتے ہوئے تو وہ اپنے گناہوں سے اسی طرح نکل جائے گا جس طرح کہ اس دن اسے ماں نے جنا۔

(ابن ماجہ ص ۹۴، نسائی ص ۳۰۸، ج ا مسند احمد ص ۱۹۱، ج ا)

حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ تراویح سنت ہے اس کا چھوڑنا جائز نہیں۔

(کبیری ص ۴۰۰، شرح نقایہ ص ۱۰۴)

امام نوویؒ فرماتے ہیں خوب جان لو کہ نماز تراویح کے سنت ہونے پر علماء کا اتفاق ہے اور یہ بیس رکعت ہیں۔ (کتاب الاذکار ص ۸۳)

دعویٰ: بیس رکعات تراویح سنت ہیں۔

(درمختار ص ۹۸ ج ا، ہدایہ ص ۹۹ ج، شرح نقایہ ص ۱۰۴، ج ا)

سنت کی تعریف

سنت دین کا وہ پسندیدہ معمول و مروج طریق ہے جو خواہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہو یا آپ کے صحابہ کرام سے ثابت ہو، اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ تم پر لازم ہے کہ میرے طریق اور میرے بعد آنے والے خلفائے راشدین کے طریق کو

اپناؤ اور اسے دانتوں سے (مضبوطی سے) تھام لو عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ عَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ سنت کا حکم یہ ہے کہ مسلمان کو اس کے زندہ کرنے کی امکانی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر وہ اسے ترک کرے تو قابل ملامت ہوگا الا یہ کہ وہ سنت پر عمل کسی عذر کی بناء پر چھوڑے۔ (ترجمہ اردو اصول الشاشی ص ۲۴۲)

معلوم ہوا کہ سنت کے لیے اس کا رائج ہونا اور عادت ہونا ضروری ہے مثلاً کھڑے ہوکر پیشاب کرنا حضرتؐ سے ثابت ضرور ہے مگر یہ عادت مبارک نہیں تھی عادت مبارکہ بیٹھ کر پیشاب کرنے کی تھی یہی سنت ہے۔ آنحضرت ﷺ کبھی ایک کپڑا بھی پہنتے کبھی دو مگر عادت مبارک تین تین کپڑوں کی تھی۔ تہ بند قمیص اور عمامہ تو تین کپڑوں کو سنت کہا جائے گا۔

۳۔ اعضائے وضو کو ایک ایک مرتبہ، دو دو مرتبہ دھونا آپؐ سے ثابت ہے مگر یہ آپ کی عادت مبارک نہ تھی عادت مبارکہ تین تین مرتبہ دھونے کی تھی اس لیے یہ سنت ہے۔

۴۔ وضو کے بعد بیوی سے بوس و کنار کرنا ثابت ہے لیکن وضو میں کلی کرنا آپ کی عادت تھی اس لیے کلی کو سنت کہا جائے گا نہ کہ بوس و کنار کو۔

۵۔ نماز میں بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنا ثابت ہے مگر عادت نہ تھی اس کے برعکس نماز کے رکوع سجود میں تسبیحات پڑھنا عادت تھی اس کو سنت کہا جائے گا۔

۶۔ بیوی سے روزہ میں بوس و کنار ثابت ہے مگر عادت نہ تھی ہاں روزہ کے لیے سحری کھانا آپ کی عادت مبارک تھی اس لیے اسے سنت کہا جائے گا۔

۷۔ خود ایوب صابر صاحب ص ۳ پر وتر کے بعد دو نفل کو ثابت مانتے ہیں مگر ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ ان پر آپ کی مواظبت ثابت نہیں۔

اس لیے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اگر بالفرض مختلف اعداد ہوں تو کس عدد پر مواظبت ثابت ہے اس عدد کو سنت کہا جائے گا۔ ۲۰ رکعات غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ

آٹھ رکعت آنحضرت ﷺ کی سنت ہے۔ ہم نے اس کا انکار کیا تھا کہ آٹھ رکعت پر حضورؐ کی مواظبت ثابت نہیں۔ رحمانی صاحب کی انوار المصابیح مولوی عبدالمنان نور پوری کی تعداد تراویح۔ ایوب صابر صاحب کی تحقیق تراویح اور کئی دیگر رسائل پڑھ کر ہمارا یقین اور زیادہ پختہ ہو گیا ہے کہ آٹھ رکعت تراویح ہرگز سنت نبوی نہیں کیونکہ سب نے بنیاد حدیث عائشہؓ کو بنایا ہے جس کا تراویح کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، جیسا کہ تفصیل آئے گی۔ رہی حدیث جابرؓ وہ اولاً تو نہ صحیح ہے نہ حسن اسی لیے حافظ عبدالمنان صاحب اور جناب ایوب صابر صاحب نے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ چنانچہ حافظ عبدالمنان صاحب فرماتے ہیں۔ یاد رہے کہ رسول اکرم ﷺ کی نماز تراویح کی تعداد رکعات کے اثبات کا مدار حضرت جابرؓ کی یہ حدیث نہیں۔ (تعداد تراویح ص ۳۷)

ایوب صابر صاحب فرماتے ہیں مذکورہ بالا دونوں حدیثیں (جابر، ابی بن کعب) ہم نے بطور شواہد پیش کی ہیں (تحقیق تراویح ص ۲۲) پھر باوجود ضعف کے ان میں تراویح کی تعداد پوری مذکور نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ نے ساری تراویح جماعت سے نہیں پڑھائیں چنانچہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہم آپؐ کے ساتھ تراویح پڑھ رہے تھے۔ آپؐ نے نماز مختصر کی اور حجرہ (اعتکاف) میں داخل ہو گئے فَصَلّٰی صَلٰوۃً لَمْ یُصَلِّھَا عِنْدَنَا پھر نماز پڑھی جو ہمارے ساتھ نہ پڑھی تھی (مسلم ص ۳۵۲، ج ۱۔ احمد ص ۱۹۳، ج ۳۔ قیام اللیل ص ۱۵۴) حضرت انسؓ ہی فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ رمضان کی رات میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک قوم آئی اور آپ کے ساتھ شریک نماز ہوئی پھر حجرہ میں داخل ہوئے اور نماز پڑھی پھر باہر تشریف لائے اور ہلکی پھلکی نماز پڑھائی۔ صبح کے وقت لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کے پیچھے تراویح پڑھ رہے تھے آپ کبھی گھر میں جاتے کبھی باہر آتے فرمایا تمہاری وجہ سے ہی میں نے ایسا کیا۔ رواہ طبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد ص ۱۷۳، ج ۳) امام احمد کی روایت میں ہے کہ آپ کئی بار حجرہ میں داخل ہوئے اور کئی بار باہر تشریف لائے۔ (ص ۱۰۳ ج ۳ ص ۱۸۵، ج ۳)

ان احادیث صحیحہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جب تراویح کی جماعت کروائی ہے تو ساری رکعات جماعت کے ساتھ نہیں پڑھائیں کچھ حجرہ میں پڑھی ہیں پس حدیث جابرؓ میں باوجود ضعیف ہونے کے نہ پوری تعداد تراویح کا ذکر ہے نہ اس پر مواظبت ثابت ہے پس سنت ہرگز نہ ہوئی۔

تطبیق

محدثین اور فقہاء کا اصول ہے کہ آنحضرت ﷺ کی احادیث میں ٹکراؤ کی پالیسی کی بجائے تطبیق کی پالیسی مناسب ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ آپؐ نے کچھ رکعات جماعت سے پڑھائیں۔ ہوسکتا ہے وہ حضرت جابرؓ نے بیان فرمادی ہوں اور حجرہ کے اندر کتنی رکعتیں پڑھیں حدیث جابرؓ اس سے خاموش ہے تو ضروری ہوا کہ کوئی اور حدیث تلاش کی جائے جس میں اس سے زیادہ تعداد مذکور ہو تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث مل گئی جس میں ۲۳ رکعت کا ذکر ہے معلوم ہوا کہ کل رکعات ۲۳ تھیں، گیارہ باجماعت اور بارہ بلا جماعت۔ چونکہ جماعت پر آپؐ نے مواظبت نہ فرمائی اس لیے گیارہ پر مواظبت نہ ہوئی اور بیس آپ بلا جماعت پڑھتے رہے۔ پر جب حضرت عمرؓ نے حکم دیا تو پہلے باجماعت گیارہ کا حکم دیا ہو کیونکہ جماعت اتنے پر ہی ثابت تھی۔ پھر اس پر مواظبت نہ فرمائی کیونکہ حضور ﷺ نے مواظبت نہیں فرمائی تھی۔ پھر بیس رکعت اور تین وتر باجماعت پر ہی صحابہ نے مواظبت فرمائی۔ اس طرح تمام روایات میں تطبیق بھی ہوگئی اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ آٹھ رکعت نہ سنت نبوی ہے نہ سنت صحابہ، کیونکہ ان پر نہ ہی حضورؐ نے مواظبت فرمائی اور نہ ہی صحابہ نے۔ ہاں بیس رکعت سنت ہے کیونکہ اس پر مواظبت ثابت ہے صحابہ کی اجماعاً اور حضورؐ کی تلقیاً۔ (یعنی) آٹھ پر نہ مواظبت ثابت نہ صحت ثابت نہ تلقی بالقبول ثابت۔

نوٹ: جس عمل کو امت نے مجتہدین کی رہنمائی میں بالاتفاق قبول کرلیا ہو اسے تلقی بالقبول کہتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان المبارک

(۱) ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ آتا تو آپؐ رمضان المبارک میں غیر رمضان کی نسبت زیادہ کوشش فرماتے۔ (مسلم)

(۲) ام المومنینؓ ہی فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ آتا تو آپؐ کی نماز غیر رمضان کی نسبت بڑھ جاتی (کَثُرَتْ صَلٰوتُہٗ) اور کثرت عبادت کی وجہ سے آپ کا رنگ مبارک بدل جاتا۔ (بیہقی)

(۳) آپؓ ہی فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا مبارک مہینہ آتا آپ کمر بستہ ہو جاتے اور جب تک سارا رمضان نہ گزر جاتا آپ رات کو بستر پر تشریف فرما نہ ہوتے۔

(شعب الایمان بیہقی)

(۴) آپؓ ہی فرماتی ہیں کہ جب رمضان کے آخری دس دن آتے تو آپ بھی تمام رات بیدار رہتے اور اپنی ازواج مطہرات کو بھی بیدار رکھتے۔

(بخاری ص ۲۶۹، ج ۱)

اب جو شخص یہ دعویٰ رکھتا ہو کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تابعداری کرتا ہوں اسے چاہیے رمضان کی ساری راتیں عبادت میں گزارے۔ اتنی عبادت کرے کہ اس کا رنگ بدل جائے، آخری دس راتوں میں اپنے گھر والوں کو بھی نہ سونے دے۔ کیا غیر مقلدین کے کسی ایک گھر میں بھی اس طریقہ پر عمل ہے؟ نہیں اور یقیناً نہیں۔ تو پھر دین میں اور رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں ہی کم از کم جھوٹ بولنے سے توبہ کرلیں۔

(۵) آپؐ نے امت کو بھی رمضان میں غیر رمضان کی نسبت زیادہ عبادت کی ترغیب دلائی یہاں تک فرمایا کہ اس میں ایک نفل کا ثواب ایک فرض کے برابر ہو جاتا ہے اور ایک فرض کا ثواب ستر فرائض کے برابر (مشکوۃ) فتاویٰ علمائے حدیث ص ۴۷، ج ۶۔

بیس رکعات تراویح کی احادیث

۱۔ عَنْ ابن عباسؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یُصَلِّی فِیْ رَمَضَانَ

عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۹۴، ج ۲) قلت سنده حسن وتلقته الامة بالقبول فهو صحيح

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔ یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن ہے اور امت کی عملی تائید اسے حاصل ہے اس لیے یہ صحیح ہے۔

اس حدیث کے جواب میں جناب ایوب صابر صاحب فرماتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت بیس رکعت کے ثبوت میں پیش کرنا پرائمری سکول کے ماسٹر کا ہی کام ہوسکتا ہے جو کہ علم حدیث واصول حدیث سے ناواقف ہو، صاحب علم آدمی اپنے مذہب کو بدنام کرنے کی خاطر اتنی حماقت کبھی نہیں کرسکتا۔ اس سے بڑھ کر افسوس ان لوگوں پر ہے جنہوں نے اپنے مسلک یعنی حنفیت کو بدنام کرنے کے لیے اس رسالہ کو شائع کیا اور اس پر رقم لگائی۔ (تحقیق تراویح ص ۳۶، ۳۷)

ناظرین کرام اسلام میں عملی مسائل کا اصل دارومدار تعامل امت پر ہے جس حدیث پر امت بلانکیر عمل کرتی چلی آ رہی ہو اس کی سند پر بحث کی ضرورت نہیں ہوتی اور جس حدیث پر پوری امت نے عمل ترک کر دیا ہو اس کی سند خواہ کتنی صحیح ہو وہ معلول قرار پاتی ہے "نورالانوار" میں صراحت ہے کہ جس خبر واحد کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہو جائے اس کی سند پر بحث کی ضرورت نہیں رہتی۔ المعجم الصغير للطبرانی کے آخر میں ص ۱۷۷ سے ص ۱۹۹ تک اس اصول پر مستقل رسالہ ہے جس کا نام ہے التحفة المرضيه فى حل بعض مشكلات الحديثية جس میں امام شافعیؒ، امام بخاریؒ، امام ترمذیؒ، علامہ سیوطیؒ، سخاویؒ، شوکانیؒ، وغیرہ سے یہ اصول واضح فرمایا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی پرائمری سکول کا ماسٹر نہیں۔ فتاویٰ علمائے حدیث ص ۴۷، ج ۶ میں تحریر ہے علاوہ ازیں ضعیف حدیث جب کہ قرون مشہود لہا بالخیر (خیر القرون) میں معمول بہ ہو وہ امت کے ہاں مقبول ہے جیسے العینان وکاء

السه کی حدیث اور حدیث اَلْمَاءُ طُهُوْر لا يُنَجِّسُهُ شَيْئٌ اِلا مَاغَلَبَ عَلٰى رِيْحِهٖ اَوْ طُعْمِهٖ اَوْلَوْنِهٖ کی حدیث لا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ کی اوران جیسی حدیثیں اور بہت ہیں اور امت اس بات پر متفق ہے کہ نیند ناقض وضو ہے اور ان کی دلیل ضعیف حدیثیں ہیں سو وہ اسناد کی حیثیت سے مردود ہیں اور معانی کے لحاظ سے مقبول ہیں۔ حافظ (ابن حجر) نے تلخیص میں کہا ابن عبدالبر نے ان علماء کی تصحیح پر تعاقب کیا ہے جنہوں نے حدیث اَلْبَحْرُ هُوَ الطُّهُوْرُ مَائُهٗ کی تصحیح کی ہے پھر بایں ہمہ اس کے صحیح ہونے کا حکم دیا ہے کیونکہ علماء نے اس کو قبول کرلیا ہے۔ سو اس حدیث کو اسناد کے لحاظ سے مردود اور معنی کے لحاظ سے قبول کیا ہے۔ نوویؒ نے کہا ہے کہ حدیث اِلامَا غَلَبَ عَلٰى رِيْحِهٖ اَوْطُعْمِهٖ کے ضعیف کہنے پر علماء کا اتفاق ہے۔ میں کہتا ہوں اور بایں ہمہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ قلیل کثیر پانی جب نجاست پڑ کر رنگ یا بو یا مزہ کو بدل دے تو وہ پلید ہے۔ جس طرح ابن المنذر نے کہا ہے اور امام شافعیؒ نے کہا ہے کہ عامہ علماء کا قول یہی ہے میں نہیں جانتا کہ اس میں ان کے درمیان اختلاف ہو شوکانی نے کہا ہے کہ اہل حدیث اس زیادت کے ضعف پر اتفاق کر چکے ہیں لیکن اس کے مضمون پر اجماع ہے جس طرح کہ ابن المنذر اور ابن الملقن نے نقل کیا ہے سو اب جو لوگ اجماع کے حجت ہونے کے قائل ہیں ان کے نزدیک اس زیادت کے مفاد پر اجماع اس زیادت کے صحیح ہونے کا مفید ہوگا۔ اس لیے کہ یہ زیادتی ایسی ہوگئی جس کے معنی پر اجماع ہو چکا ہے اور قبولیت کی نظر پڑی ہے۔ سو ان کا استدلال اس زیادت سے ہے نہ اجماع سے اور سخاوی نے شرح الفیہ میں کہا ہے جب امت ضعیف حدیث کو قبول کر لے تو مذہب صحیح یہی ہے کہ اس پر عمل کیا جاوے یہاں تک کہ وہ یقینی اور قطعی حدیث کو منسوخ کرنے میں متواتر حدیث کے رتبہ میں سمجھی جائے گی اور اسی وجہ سے شافعی نے حدیث لا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ کے بارے میں یہ فرمایا ہے اس کو اہل حدیث ثابت نہیں کہتے لیکن عامہ علماء نے اس کو قبول کرلیا ہے اور اس پر عمل رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ

اس کو آیت وصیت کا ناسخ قرار دیا ہے، امام ترمذیؒ نے ص ۱۸۴، ص ۲۲۱، ص ۷،۴ وغیرہ کئی مقامات پر فرمایا ہے کہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے مگر اس پر اہل علم کا عمل ہے۔ امام سیوطیؒ نے تدریب الراوی، نواب صدیق حسن خان نے الروضۃ الندیہ ص ۶ پر اسی اصول کو لکھا ہے۔ ان اقتباسات سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہوگئی کہ اگر کسی حدیث کی سند کے ضعیف ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہو، لیکن اس کے مضمون کو امت کی تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہو تو اس پر عمل ضروری ہو جاتا ہے۔ خود اس کو ضعیف کہنے والے محدثین بھی اسی پر عمل کرتے ہیں۔

حضرات ناظرین! پانی کے پاک ناپاک ہونے کا مسئلہ وضو کی بنیاد ہے اور یقیناً تراویح سے زیادہ اہم ہے لیکن تلقی بالقبول کی وجہ سے ضعیف حدیث بھی مقبول ہے وارث کے لیے وصیت کا منع ہونا بظاہر قرآن پاک کی آیت وصیت کے خلاف ہے اور قرآن کی بظاہر مخالفت مسئلہ تراویح سے بہت اہم ہے مگر پھر بھی امت نے اس کو قبول کیا سند کے ضعف کو جھٹک دیا اور آیت قرآنی کو اس سے مخصوص یا منسوخ مان لیا یہ امت کے فقہاء اور محدثین کا مسلمہ اصولؒ ہے۔ کسی پرائمری سکول کے ماسٹر کی خانہ ساز بات نہیں۔ جب ان اہم مسائل میں عام علماء کی تلقی بالقبول سے ضعیف احادیث درجہ متواتر تک پہنچ گئی ہیں تو وہ حدیث جس کو مہاجرین و انصار اور خلفائے راشدین کی تلقی بالقبول نصیب ہے وہ ان سے اعلیٰ درجہ کی صحیح و مقبول ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب اس حدیث کے موافق عمل کر کے خلفائے راشدین، مہاجرین، انصار، تابعین تبع تابعین اور باقی امت نہ بدنام ہوئی نہ حماقت کی تو بیچاری حنفیت اس سے کیسے بدنام ہوئی اور کیا حماقت کی؟ ہاں ساری امت کو بدنام یا احمق کہنا شاید کہنے والے کی حماقت یا بدنامی ہی ہوگی۔

اس تلقی بالقبول کی بحث کے بعد سند کی بحث کی ضرورت نہیں تاہم اس میں غیر مقلدین کی ناانصافی بتانا ضروری ہے۔ اس کی سند یوں ہے۔ **حد ثنا یزید بن**

ہارون قال اخبرنا ابراھیم بن عثمان عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس جب یہ حدیث ہم پیش کرتے ہیں تو غیر مقلدین ورق کے ورق سیاہ کرتے ہیں کہ ابراہیم عثمان ابوشیبہ سخت ضعیف ہے۔ اس سند کو پیش کرنا بدنامی ہے حماقت ہے۔ پرائمری سکول کے ماسٹر کا کام ہے۔

حضرات غیر مقلدین کے ہاں نماز جنازہ میں سورت فاتحہ پڑھنا فرض ہے یا کم از کم سنت موکدہ ہے اس کی دلیل میں حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے صلوۃ الرسول ص ۴۳۴ پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث پیش کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جنازہ پر فاتحہ پڑھی (ابن ماجہ) صلوۃ الرسول کی تعریفیں کرنے والے حافظ محمد گوندلوی، مولانا احمد دین گکھڑوی، مولانا نور حسین گھرجاکھی، مولانا عبداللہ ثانی امرتسری، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا محمد داؤد غزنوی، ترجمان دہلی، نوائے وقت لاہور، فاران کراچی، نورتوحید لکھنؤ، نوائے ملت مردان، الاعتصام لاہور، الحمرا لاہور، نوائے پاکستان لاہور، زمیندار لاہور، احسان لاہور، صحیفہ کراچی، آفاق لاہور، انقلاب لاہور، ڈان کراچی ہیں۔ اس حدیث کی سند بھی یہی ہے۔ ابراہیم بن عثمان عن حکم عن مقسم عن ابن عباس (ابن ماجہ) ظاہر ہے کہ صلوۃ الرسول کی تعریفیں لکھنے والے مذکورہ حضرات میں سے ایک بھی پرائمری سکول کا ماسٹر نہیں، لیکن نہ ان حضرات کے استدلال سے فرقہ اہل حدیث بدنام ہوا نہ ان علمائے اہلحدیث کی حماقت کا ترانہ گایا گیا۔ جنازہ میں فاتحہ کا مسئلہ تراویح سے زیادہ اہم مسئلہ ہے کیونکہ غیر مقلدین اسے فرض کہتے ہیں۔ تراویح کو آج تک کسی نے فرض نہیں کہا جس راوی کی حدیث سے فرضیت ثابت کرنا حماقت اور بدنامی نہیں ہے اس راوی کی حدیث سے سنیت ثابت کرتا کیوں حماقت ہے۔ اس جنازہ والی حدیث کے خلاف نہ کوئی ورق سیاہ کیے گئے نہ چیلنج بازی ہوئی۔

فرق

حالانکہ بیس تراویح اور نماز جنازہ میں فاتحہ کی حدیث کی سند ایک ہونے کے

باوجود ایک بہت بڑا فرق ہے کہ بیس رکعت کو تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے مگر نماز جنازہ میں فاتحہ مدینہ میں بالکل متروک تھی۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ پڑھنے کا ہمارے شہر مدینہ میں کوئی دستور نہیں (المدونۃ الکبریٰ) سند دونوں کی ایک عمل میں دونوں میں فرق، تراویح میں تلقی بالقبول کی وجہ سے ضعف ختم ہو گیا مگر پھر بھی استدلال حماقت، فاتحہ کی بحث میں متروک العمل ہونے کی وجہ سے ضعف اور بڑھ گیا مگر اس سے استدلال جائز اور درست

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے۔

راوی کا حال

کسی راوی کے ثقہ ہونے کے لیے بنیادی طور پر دو ہی باتیں ضروری ہیں۔ اس کا حفظ ثابت ہو اور عادل ہونا ثابت ہو۔ ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ کو حافظ ابن حجر نے الحافظ کہا ہے اور کسی نے اس کے حافظہ پر جرح نہیں کی۔ رہی اس کی عدالت اس کے بارہ میں امام شعبہ کی جرح کا ذہبی نے مذاق اڑایا ہے۔ باقی جارحین صرف شعبہ کے مقلد ہیں۔ تہذیب میں لکھا ہے کہ شعبہ ہمیشہ ثقہ راوی سے روایت لیتے تھے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ابو شیبہ سے شعبہ روایت لیتے تھے جس سے صاف ظاہر ہے کہ شعبہ نے اپنی جرح سے رجوع کر لیا ہوگا۔ اگر رجوع مان لیا جائے تو راوی ثقہ درجہ صحیح میں ہو گا اگر رجوع ثابت نہ مانا جائے تو راوی مختلف فیہ ہوگا درجہ حسن میں آئے گا اسی لیے میں نے سندہ حسن لکھا تھا۔

اس حدیث کو نہ ماننے کا دوسرا بہانہ یہ ہے کہ یہ حدیث عائشہؓ کے خلاف ہے پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ جس حدیث کو تلقی بالقبول نصیب ہو وہ اگر قرآن کی آیت کے بھی خلاف ہو تو عمل جائز ہے چہ جائیکہ کسی مضطرب خبر واحد کے خلاف ہو۔ اور یہاں تو اختلاف بھی نہیں کیونکہ حدیث عائشہؓ تہجد کے بارہ میں ہے، یہ تراویح کے بارہ میں۔ کل کو آپ یہ نہ کہنا شروع کر دیں کہ عصر کے چار فرض اور مغرب کے تین فرض کی احادیث میں تعارض ہے۔ اگر بفرض محال یہ ایک ہی نماز کے بارہ میں ہوتیں

تو بھی آج تک کسی نے یہ نہیں کہا کہ تین دفعہ اعضائے وضو کو دھونے والی حدیث ایک یا دو دفعہ دھونے والی حدیث کے خلاف ہے۔ تین کپڑوں والی حدیث ایک کپڑا پہننے کے خلاف ہے۔ آپ نے خود لکھا ہے کہ یہ تو صحیح ہے کہ بیس رکعت میں آٹھ شامل ہیں۔ تحقیق تراویح ص ۱۰۰۔ یہ بھی لکھا ہے ہم ان کی بیس رکعت تراویح پر کوئی اعتراض نہیں کرتے ص ۱۰۴۔ اگر بیس رکعت تراویح حدیث صحیح کے خلاف ہے تو آپ کو اعتراض کیوں نہیں۔ اگر خلاف نہیں تو بات ختم ہوئی۔

نوٹ: ایوب صابر اور ان کے شیخ الحدیث صاحبان کی ایک عادت یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں لاجواب ہو جاتے ہیں تو موقع بے موقع تقلید کو گالیاں دینا شروع کر دیتے ہیں۔ اس بارہ میں میرا خیال ہے کہ ان کو وکیل اہل حدیث ہند کی ایک نصیحت یاد کرا دوں۔ انہوں نے بڑے درد دل سے فرمایا۔ ''جو شخص سچا اہل حدیث رہنا چاہتا ہے وہ اس نوٹ کو ملاحظہ کرے اور اس پر کار بند ہو ورنہ مطلق تقلید سے متنفر ہو کر اعتزال، نیچریت، مرزائیت، چکڑالویت اور دہریت میں جا پڑے گا۔ امام شافعیؒ نے اتباع قول صحابہ کا نام تقلید رکھا ہے اور ابن القیم نے بھی اس محاورہ کو مسلم رکھا ہے۔ امام شافعی اور حافظ ابن القیم کے یہ اقوال فرقہ اہل حدیث کے ان جہلا اور بعض علماء پیروان خواہش جہلا کے لیے ایک عبرت خیز و ہدایت انگیز تازیانہ ہے جو لفظ تقلید و مقلد کے نام سے چونک اٹھتے ہیں اور یہ الفاظ سنتے ہی ایسے چڑتے اور جلتے ہیں جیسے دیہاتی سکھ بانگ سننے سے یا متعصب ہندو کلمہ پڑھنے سے'' (اشاعت السنہ ص ۱۲۶، ج ۴) دیکھئے مولانا محمد حسین بٹالوی وکیل اہل حدیث ہند نے تقلید کو اذان اور کلمہ طیبہ سے تشبیہ دی ہے اور تقلید سے چڑنے والوں کو دیہاتی سکھوں اور متعصب ہندوؤں سے۔

تقلید سے آپ کو چڑ تھی ہی، اب تو حدیث سے بھی چڑ ہو گئی ہے کہ جس حدیث کو امت کی تلقی بالقبول کا شرف حاصل ہے اس کے خلاف گستاخانہ لہجہ اختیار کیا

اور یہ صرف ایوب صابر یا سلطان محمود کا ہی شیوہ نہیں بلکہ اپنے بڑوں سے احادیث کو رد کرنے کی عادت وراثت میں ملی ہے چنانچہ مولانا محمد حسین بٹالوی اپنے زمانہ کے غیر مقلدین کو نصیحت فرماتے ہیں۔ علماء کو یہ لائق نہیں کہ ہر ایک حدیث خصوصاً احادیث، طبقہ رابعہ سے بلا تحقیق صحت تمسک کریں اور نہ عوام کو یہ زیبا ہے کہ جو حدیث کسی کی زبان سے سن لیں یا تراجم کتب حدیث میں دیکھ لیں اس سے بلا تحقیق صحت و مراجعت علماء لپٹ جایا کریں اور اتنی ہی بساط پر اہل حدیث کہلائیں اور مطلق تقلید کو بالفاظ قحبہ زال وغیرہ وغیرہ صلوٰتیں سنائیں اور مقلدین مذاہب مجتہدین کو برائی سے یاد کریں ایسے اندھا دھند احادیث پر عمل کرنے والے محققوں اور مذاہب مشہورہ کے مقلدوں میں سر مو فرق نہیں ہے۔ ہاں فرق یہ ہے کہ وہ ائمہ مجتہدین مسلم الاجتہاد کے مقلد ہیں اور یہ غیر مجتہدین کے مقلد یہ مقلد نام کے محقق جیسے احادیث غیر صحیحہ کے تسلیم میں بے ضبطی کر رہے ہیں ویسے ہی احادیث صحیحہ وحسنہ لائق عمل کو رد کرنے میں بے ضبط ہو رہے ہیں بہت سی احادیث کو جو ائمہ مجتہدین اور محدثین کے نزدیک مانی ہوئی اور لائق عمل قرار دی گئی ہیں، یہ صرف انکے بعض راویوں کو مجروح و مطعون دیکھ کر ضعیف قرار دیتے ہیں اور یہ بھی کہہ بیٹھتے ہیں کہ جو مسئلہ اس حدیث سے فلاں امام یا مجتہد نے نکالا ہے اس کی کوئی اصل نہیں'' (اشاعت السنہ ج ۱۱)

مولانا عبدالجبار غزنوی اور مولانا عبدالتواب ملتانی فرماتے ہیں:

''اور ہمارے اس زمانہ میں ایک فرقہ نیا کھڑا ہوا ہے جو اتباع حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے اور درحقیقت وہ لوگ اتباع حدیث سے کنارے (بہت دور) ہیں۔ جو حدیثیں کہ سلف وخلف کے ہاں معمول بہا ہیں ان کو ادنیٰ سے قدح اور کمزور سی جرح پر مردود کہہ دیتے ہیں اور صحابہ کے اقوال وافعال کو ایک بے طاقت سے قانون اور بے نور سے قول کے سبب پھینک دیتے ہیں اور ان پر اپنے بے ہودہ خیالوں اور بیمار فکروں کو مقدم کرتے ہیں اور اپنا نام محقق رکھتے ہیں حاشا وکلا، اللہ کی قسم یہی لوگ ہیں جو

شریعت نبویہ کی حد بندی کے نشان گراتے ہیں۔اور ملت حنیفیہ کی بنیادوں کوکہنہ کرتے ہیں اور سنت مصطفویہ کے نشانوں کو مٹاتے ہیں اور احادیث مرفوعہ کو چھوڑ رکھا ہے اور متصل الاسانید آثار کو پھینک دیا ہے اور ان کے دفعہ کرنے کیلئے وہ حیلہ بناتے ہیں کہ جنکے لیے کسی یقین کرنے والے کا شرح صدر نہیں ہوتا نہ کسی مومن کا سر اٹھتا ہے"۔

(فتاویٰ علمائے حدیث ص۸۰، ج۷)

یہ غیر مقلد علماء کی شہادتیں ہیں اور قرآن پاک کے مطابق دو شہادتوں سے بات ثابت ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ فرقہ نیا بنا ہے۔ ان کا مشن حیلے بہانوں سے صحیح احادیث کو رد کرنا ملت حنیفیہ کی بنیادیں کھودنا اور سنت نبویہ کو مٹانا ہے آج اسی مشن کے علمبردار سلطان محمود جلال پوری ہیں۔

دور فاروقی وعثمانی

دور فاروقی (۱۵ھ) میں با قاعدہ نماز تراویح با جماعت کا اہتمام کیا گیا۔ (بخاری ص۲۶۹ ج۱ مسلم ص۲۵۹ ج۱) اس وقت لوگ با جماعت کتنی رکعات پڑھتے تھے۔..........ملاحظہ کیجئے

۲۔ عَنِ السَّائِبِ بن يَزِيْدَ قَالَ كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بنِ الْخَطَّابِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكَعَةً قَالَ وَكَانُوْا يَقْرَئُوْنَ بِالْمَئِيْنِ وَكَانُوْا يَتَوَكَّئُوْنَ عَلٰى عِصِيِّهِمْ فِيْ عَهْدِ عُثْمان رضى الله عنه مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ (بیہقی ص۴۹۶ ج۲)

"حضرت سائب بن یزیدؓ صحابی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ (اور حضرت عثمانؓ) کے زمانہ میں (صحابہ کرام با جماعت) بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے اور قاری صاحب سو سو آیات والی سورتیں پڑھتے اور لوگ لمبے قیام کی وجہ سے لاٹھیوں کا سہارا لیتے"

اس روایت کے بارہ میں خود ایوب صابر صاحب لکھتے ہیں اس حدیث کی

سند بلاغبار صحیح ہے (تحقیق تراویح ص ۵۱ البتہ یہ جھوٹ بولا ہے کہ اس میں فی عہد عثمان کے الفاظ مدرج ہیں۔

۳۔ وروی مالک من طریق یزید بن خُصَیْفَۃَ عَنِ السَّائِب بن یزید عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً (فتح الباری ص ۸۰ ج ۴)

امام مالکؒ نے یزید بن خصیفہ کے طریق سے سائب بن یزید سے روایت کی ہے کہ عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح تھیں۔

۴۔ وفی الموطا من طریق یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید اَنَّھَا عِشْرُوْنَ رَکْعَۃً. (فتح الباری ص ۸۰ ج ۴)

ترجمہ مثل سابق۔ یہ سند مالک عن یزید بن خصیفہ عن السائب بخاری ص ۳۱۲ ج ا پر موجود ہے۔

ان دونوں روایات کی سند پر تو صابر صاحب اعتراض نہیں کر سکے۔ ہاں انکار حدیث کے جذبے نے جوش کیا تو یہ لکھ دیا کہ یہ حافظ ابن حجر کا وہم ہے اور شوکانی نے اس کی تقلید کی ہے۔ حافظ ابن حجر ۸۵۲ھ میں فوت ہوئے۔ اس وقت سے چودہویں صدی کے اختتام تک تقریباً ساڑھے پانچ صدیاں گزر چکیں، اس زمانہ میں سینکڑوں محدثین گزرے فتح الباری نایاب کتاب نہیں تھی سب کی نظر سے گزری اور موطا بھی نایاب نہ تھی۔ اتنی صدیوں میں کسی محدث نے اس حدیث کو وہم قرار دیا ہو، اس کا مستند حوالہ پیش فرمائیں ورنہ سوائے انکار حدیث کے جذبہ کے اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ موطا امام مالکؒ کے سولہ نسخے ہیں جن میں سے ہمارے پاس صرف دو ہیں۔ امام یحییٰؒ والا اور امام محمدؒ والا۔ ان دونوں میں بھی روایات کم وبیش ہیں تو جب ابن حجر اور شوکانی کے نسخہ میں یہ موجود ہے تو یہ اختلاف نسخہ اور زیادت ثقہ ہے جو اجماعاً مقبول ہے۔

۵۔ عن السائب بن یزید قال کُنَّا نَقُوْمُ فِیْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ

الْخَطَّابِ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَةً وَالْوِتْرِ.

(معرفۃ السنن بیہقی ص ۳۶۷، کنز العمال ص ۲۶۴ ج ۸)

"حضرت سائبؓ بن یزید فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح (باجماعت) اور وتر پڑھتے تھے"۔

امام نووی فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے (شرح المہذب) علامہ سبکی، سیوطی اور ملا علی قاری نے اس کو صحیح فرمایا اور نیموی نے اس تصحیح کو نقل فرمایا ہے۔(آثار السنن ص ۵۵ ج ۲) ان اہل فن محدثین کی تصحیح کے بعد بیچارے ایوب صابر کی کیا حیثیت ہے ہاں جیسا کہ فتاویٰ علمائے حدیث سے گزرا کہ حیلے بہانوں سے احادیث کا انکار ان کی عادت قدیمہ ہے۔

ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں۔

۶۔ رُوِیَ الْحارث بن ابی ذیاب عن السائب بن یزید قال کَانَ الْقِیَامُ عَلٰی عَهْدِ عُمَرَ بِثَلاثٍ وَّ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً.

(سندہ صحیح)

"حضرت، سائب بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں لوگ بیس رکعت تراویح باجماعت پڑھتے تھے"

۷۔ عن محمد بن کَعْبِ الْقُرَظِی کَانَ النَّاسُ یُصَلُّوْنَ فِیْ زَمَانِ عُمَرؓ بن الخَطَّابِ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً وَیُوْتِرُوْنَ بِثَلاثٍ.

(قیام اللیل ص ۱۵۷)

"حضرت محمد بن کعب قرظی سے روایت ہے کہ لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں باجماعت بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے"

۸۔ عن یزید بن رُوْمَانَ قَالَ كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِیْ زَمَانِ عُمَرَبن الْخَطَّابِ فِیْ رَمَضَانَ بِثَلاثٍ وَّعِشْرِيْنَ رَكْعَةً.

(موطا امام مالک ص۴۰)

"یزید بن رومانؒ سے روایت ہے کہ سب لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں رمضان میں (باجماعت) بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے"۔

۹۔ عن یحییٰ بن سعید عن عُمَرَ بن الخطاب اَنَّهٗ اَمَرَ رَجُلاً اَن يُّصَلِّیَ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً.

(ابن ابی شیبہ ص۳۹۳ ج۲)

"حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے"

۱۰۔ عن الحسن اَنَّ عمر بن الخطاب جَمَعَ النَّاسَ عَلٰى اُبَيّ بن كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّیْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً.

(نسخہ ابوداؤد مطبوعہ عرب ص۱۴۲۹)

"امام حسن فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کے لیے حضرت ابی بن کعبؓ کو تراویح کا امام مقرر کیا وہ بیس رکعت پڑھاتے تھے"۔

اس حدیث میں ابوداؤد کے دو نسخے ہیں بعض نسخوں میں عِشْرِيْنَ رَكْعَةً ہے۔اور بعض میں عِشْرِيْنَ لَيْلَةً ہے۔جس طرح قرآن پاک کی کسی آیت کی دو قرائتیں ہوں تو دونوں کو ماننا چاہیے۔ہم دونوں نسخوں کو تسلیم کرتے ہیں لیکن حیلے بہانوں سے انکار حدیث کے عادی سلطان محمود جلال پوری نے اس حدیث کا انکار کر دیا اور الٹا الزام علماء دیوبند پر لگا دیا کہ انہوں نے حدیث میں تحریف کی ہے حالانکہ یہ حدیث الشیخ محمد علی الصابونی الاستاذ بکلیۃ الشریعہ و دراسات الاسلامیہ جامع ام القریٰ

مکۃ المکرمہ نے بھی اپنی کتاب الھدی النبوی الصحیح فی صلوۃ التراویح ص ۵۶ پر نقل کی ہے بلکہ دیوبند کا مدرسہ بننے سے صدیوں پہلے علامہ ذہبیؒ نے اپنی مشہور کتاب سیر اعلام النبلاء ص ۴۰۰ ج ا پر ابوداؤد کے حوالہ سے عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً نقل فرمایا ہے۔ احادیث کا انکار کرنے کے لیے دوسروں پر تحریف کے الزام لگانا یہ غیر مقلدوں کے شیوخ الحدیث اور پیشہ ور واعظوں کا روزمرہ کا معمول بن چکا ہے۔ امام اعظم سے بغض کی نحوست ہے کہ اب احادیث کا کھلم کھلا انکار ہو رہا ہے۔

۱۱۔ عن ابی بن کعب ان عمر بن الخطاب اَمَرَہٗ اَن یُّصَلِّیَ بِاللَّیْلِ فِیْ رَمَضَانَ فَصَلّٰی بِھِمْ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً۔

(کنز العمال ص ۲۶۴، ج ۸)

حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھے حکم دیا کہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاؤں''۔

۱۲۔ عن السَّائِبِ بن یَزِیْد اَنَّ عُمَرَ بن الخطابؓ جَمَعَ النَّاسَ فِیْ رَمَضَانَ عَلٰی اُبَیِّ بن کَعْبٍ وَتَمِیْمَ الدَّارِیْ عَلٰی اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً.

(الحدیث، عبدالرزاق ج ۴، ص ۲۶۰)

''حضرت سائب سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو خود ابی بن کعب اور تمیم داری پر جمع فرمایا وہ لوگوں کو اکیس (۲۱) رکعت پڑھاتے تھے''۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

قد ثبت ان ابی بن کعب کان یقوم بالناس عشرین رکعۃ و یوتر بثلاث فرای اکثر منَ العلماء ان ذالک ھو السنۃ لانہ قام بین المھا جرین والا نصار ولم ینکرہ

منکر. (فتاویٰ ابن تیمیہ قدیم ج ا ص ۱۸۲ جدید ص ۱۱۲ ج ۲۳)

"یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے اس لیے علماء کی اکثریت کی رائے میں بیس ہی سنت ہیں کیونکہ حضرت ابی بن کعبؓ کے پیچھے مہاجرین (بھی بیس ہی پڑھتے تھے) اور انصار (بھی بیس ہی پڑھتے تھے) اور کسی منکر نے بھی (بیس رکعت تراویح کے سنت ہونے کا) انکار نہیں کیا"۔

ایوب صابر صاحب نے بڑے چیلنج سے لکھا ہے کہ ابن تیمیہ کی کوئی ایسی عبارت نہیں ہے۔ اس لیے اب ہم نے اصل عربی عبارت بھی لکھ دی ہے اور دو ایڈیشنوں کا حوالہ دیا ہے۔ اب ایوب صاحب اپنے شیخ الحدیث سلطان محمود اور استاد محمد رفیق کو لے کر کسی پرائمری سکول میں داخل ہو جائیں تا کہ حرف شناسی کے بعد حوالہ تلاش کرنے کی بصیرت حاصل ہو جائے۔ ان گیارہ روایات سے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قولاً فعلاً تقریراً تشریعاً بیس رکعت تراویح پر مواظبت ثابت ہوگئی۔ ایسے ہی حضرت عثمانؓ سے بھی فعلاً تقریراً اور تشریعاً بیس رکعت تراویح پر مواظبت ثابت ہوگئی جس سے بیس رکعت کا سنت خلفاء راشدین ہونا واضح طور پر ثابت ہو گیا۔ ہمارا چیلنج ہے کہ دور فاروقی و دور عثمانی سے لے کر دور برطانیہ تک کسی ایک بھی سنی محدث یا فقیہ یا مورخ نے دور فاروقی، دور عثمانی میں بیس رکعت تراویح کی مواظبت کا انکار نہیں کیا نہ ہی دور برطانیہ سے قبل کسی مستند اسلامی کتاب میں اس مواظبت کے خلاف کوئی احتجاج ہے۔

غیر مقلدین کو احادیث کے انکار کی جولت پڑ گئی ہے اس کے موافق ایوب صاحب نے پہلے تو انکار کے حیلے بہانے شروع کیے مثلاً روایت ۵ کے بارہ میں کہا کہ ابو عثمان بصری مجہول ہے مگر اس کا حوالہ اہل فن اسماء الرجال کی کتب سے پیش نہ کر سکے جب کہ علامہ سبکی، سیوطی، نووی، ملا علی قاری جیسے اہل فن محدثین نے اس کو صحیح کہا

ہے تو جاننے والے اہل فن کے مقابلے میں انجان نااہل کی بات کا کیا وزن؟ حدیث نمبر ۷، ۸، ۹، کے بارہ میں انقطاع وارسال کا شور مچایا۔ حالانکہ اسے خوب معلوم ہے کہ احناف کے ہاں خیر القرون کے ارسال کو جرح ہی نہیں مانا جاتا۔ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، اور امام احمدؒ تو مرسل کو ویسے ہی حجت مانتے ہیں۔ امام شافعی اور ان کی تقلید شخصی میں غیر مقلدین معتضد کو حجت مانتے ہیں دیکھو مبارک پوری کی تحقیق الکلام۔ یہ سب مراسیل معتضدہ ہیں۔ ان کے حجت ہونے کا کوئی مسلمان محدث یا فقیہ منکر نہیں ہے۔ صرف ایک مستند حوالہ تحریر کریں۔ ایوب صابر صاحب نے ان روایات کو صرف اس لیے رد کر دیا کہ فلاں راوی حضرت عمرؓ کے زمانہ سے ۲۳ سال بعد پیدا ہوا اس لیے روایت مردود ہے۔ اس طرز سے بیچارے عوام تو سمجھیں گے کہ بہت بڑی تحقیق ہے مگر جن کی کتب حدیث پر نظر ہے وہ بیچارے کانپ اٹھیں گے کہ دیکھو انکار حدیث کا دروازہ کھول دیا۔ جذبات اور تعصب سے ہٹ کر آپ غور فرمائیں کہ عیسائیوں اور نیچریوں نے آنحضرت ﷺ کے اکثر معجزات کا انکار اسی بنا پر کیا کہ فلاں معجزہ روایت کرنے والا صحابی تو اس وقت ابھی مسلمان بھی نہیں ہوا تھا یا ابھی پیدا ہی نہیں ہوا تھا، منکرین حدیث نے بھی اکثر احادیث کا انکار اسی اصول پر کیا کہ فلاں صحابی واقعہ کا عینی شاہد نہیں ہے اس لیے سند متصل نہیں مگر علمائے محدثین نے ان سب باتوں کا ایک ہی اصولی جواب دیا کہ مراسیل صحابہ باجماع امت حجت ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے محدثین کے اس اجماعی ضابطہ کو قبول کر لیا، وہ انکار معجزات اور انکار حدیث سے بچ گئے اور جو جذبات اور تعصب کی رو میں بہہ گئے وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور کتنے ہی سادہ لوح لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ صحابہ کے بعد خیر القرون کی مرسلات کے بارہ میں اختلاف ہوا۔ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ نے ان مرسلات کو بھی قبول فرمایا اگر راوی ثقہ ہو۔ امام شافعیؒ نے اس کو قبول کرنے سے انکار فرمایا مگر انہوں نے اندازہ لگایا کہ اس طرح تو بہت سے ذخیرہ حدیث کا انکار ہو جائے گا تو انہوں نے بعض تابعین

کی مراسیل کو تو مطلقاً قبول فرمالیا اور بعض کے قبول میں یہ شرط لگادی کہ اگر اس مرسل کی تائید دوسری سند سے یا تعامل سے ہو جائے تو مقبول ہو گی ایسی مرسلات کو مراسیل معتضدہ کہا جاتا ہے جس طرح مراسیل صحابہ کے ماننے پر امت کا اجماع ہے ایسے ہی مراسیل معتضدہ کے ماننے پر امت کا اجماع ہے۔

عیسائیوں اور نیچریوں نے مراسیل صحابہ کے ماننے سے انکار کیا اور بہت سے معجزات واحادیث کا انکار کر دیا غیر مقلدین نے اجماع امت کے خلاف مراسیل معتضدہ کے ماننے سے انکار کیا اور بہت سی سنتوں کا انکار کر کے خود بھی گمراہ ہوئے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اگر غیر مقلدین اس اجماع کو نہیں مانتے تو وہ قرآن پاک کی صریح آیت یا صحیح صریح حدیث سے ثابت کر دیں کہ مراسیل صحابہ گو حجت ہیں لیکن مراسیل معتضدہ حجت نہیں۔ اور مطلق مراسیل خیر القرون کے بارہ میں تینوں اماموں کا قبول کرنا فلاں حدیث کے خلاف ہے اور امام شافعیؒ کا مرسل غیر معتضد کو رد کرنا فلاں حدیث کے موافق ہے۔ اور عجیب بات تو یہ ہے کہ جن کتابوں پر یہ مدار رکھا ہے کہ فلاں راوی کب پیدا ہوا اس میں حافظ ابن حجر اور زیلعی عینی یا آثار السنن سے اقوال نقل کیے ہیں جو ان راویوں سے سینکڑوں سال بعد لکھی گئیں۔ ۲۰ سال کا انقطاع تو حجت نہیں، ۸ سو سال کا انقطاع حجت ہے۔ یہ ہی کسی حدیث سے ثابت فرمادیں اور یہ بھی ثابت فرمائیں کہ خیر القرون پر اعتماد نہ کرنا بعد میں آٹھویں صدی والوں کو ﴿اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ بنا کر مان لینا بلا چوں چرا ان کی باتوں سے ایسی احادیث کو بھی رد کر دینا جن پر پوری امت عمل کرتی چلی آ رہی ہے۔ چونکہ بیس رکعت کے بارہ میں جو مراسیل ہیں وہ معتضدہ ہیں اس لیے خود امام شافعیؒ نے بھی بیس تراویح کا انکار نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا احب الی عشرون. (میرے نزدیک بیس رکعات پسندیدہ ہیں) (قیام اللیل) اور امام شافعیؒ کے مقلدین میں سے بھی کسی نے دور فاروقی کی بیس رکعت تراویح کا انکار نہ فرمایا بلکہ بیس تراویح کو بالاتفاق سنت مانا چنانچہ امام نوویؒ

کتاب الاذکار ص ۸۱، میں فرماتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح کے سنت ہونے پر سب مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ مرسل معتضد کا حجت ہونا غیر مقلدین میں سے حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے صلوۃ الرسول اور عبدالرحمٰن مبارک پوری نے تحقیق الکلام میں تسلیم کرلیا ہے۔ ابن القیم کی زاد المعاد ص ۱۰۳ ج ا پر بھی ہے۔ جب اس کا دل اس جواب سے مطمئن نہ ہوا تو ان گیارہ احادیث (جو محکم ہیں اور جن پر مواظبت ساری امت تسلیم کرتی ہے) کے معارضہ میں ایک مضطرب اور ایسی روایت پیش کی جس کے بارہ میں اہل سنت والجماعت محدثین اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ یا تو وہم ہے یا اس پر مواظبت نہیں ہوئی۔ اس لیے بیس کے سنت ہونے پر اس معارضہ کا کوئی اثر نہیں۔

خود ایوب صاحب نے اہل فن محدثین علامہ زرقانی، علامہ ابن عبدالبر اور امام بیہقی سے نقل کیا ہے کہ پہلے گیارہ کا حکم تھا پھر بیس کا ص ۹۷، ۹۸ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ گیارہ پر مواظبت نہیں ہوئی اس لیے وہ سنت ہرگز نہیں اور ۲۳ پر مواظبت ہوئی ہے وہی سنت ہے۔ پوری امت کے مقابلہ میں ایوب صاحب بلا کسی مستند حوالے کے اپنا وسوسہ یوں بیان کرتے ہیں ہوسکتا ہے کہ پہلے بیس ہوں پھر گیارہ مگر افسوس کہ ایسا ہوا نہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ ان دونوں مبارک زمانوں میں حضرت عائشہؓ بھی حیات تھیں اور یہ حدیث بھی روایت کرتی تھیں کہ جس نے دین میں بدعت جاری کی وہ بدعت مردود ہے۔ ان کے دل میں سنت کی محبت اور بدعت سے نفرت یقیناً غیر مقلدین کی نسبت ہزاروں گنا زائد تھی لیکن انہوں نے کبھی تہجد والی حدیث کو ان کے خلاف پیش نہ فرمایا غیر مقلدین جواب دیں کہ آخر کیا وجہ تھی یا تو حضرت عائشہؓ کو اتنی سمجھ ہی نہ تھی کہ اس حدیث کو بیس رکعت کے خلاف پیش کیا جاسکتا ہے یا سنت نبوی کے مٹنے اور بدعت کے جاری ہونے پر انہیں کوئی ملال نہ تھا۔ اور ان میں دینی غیرت غیر مقلدوں جتنی بھی نہ تھی (معاذ اللہ) اور اس دور میں مدینہ میں حضرت جابرؓ بھی

زندہ تھے جو آنحضرت ﷺ سے اپنے کانوں سے یہ حدیث سن چکے تھے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے مگر ان کے سامنے رمضان کے مقدس مہینے میں مسجد نبوی میں کھلم کھلا سنت نبوی کی مخالفت شروع ہو گئی بدعت جاری ہو گئی مگر حضرت جابرؓ نے کوئی حدیث ان کے سامنے پیش نہ کی۔

دور مرتضوی

دور فاروقی کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں بیس رکعت پر تمام مہاجرین وانصار نے مواظبت فرمائی اس کے خلاف گیارہ کی روایت کو وہم قرار دیا گیا اور پوری امت کا اجماع ہے کہ مواظبت تو اس پر یقیناً نہیں ہوئی دور عثمانی میں بھی بیس رکعت تراویح پر ہی مواظبت ہوئی۔ کسی محدث کسی فقیہ اور کسی مورخ سے اس کا انکار ثابت نہیں اور آٹھ رکعت کا اس دور میں وہمی سند سے بھی کوئی نشان نہ ملا۔ نہ کتب حدیث میں نہ کتب فقہ میں نہ کسی مستند تاریخ میں یہاں غیر مقلدین بھی صُمٌّ بُکْمٌ ہو گئے ہیں۔

۱۳۔ عَنْ اَبِیْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ عَنْ عَلِیٍّؓ قَالَ دَعَا الْقُرَّاءَ فِیْ رَمَضَانَ فَاَمَرَ مِنْهُمْ رَجُلاً یُّصَلِّیْ بِالنَّاسِ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً وَکَانَ عَلِیٌّؓ یُوْتِرُ بِهِمْ۔ (بیہقی ص۴۹۶ ج۲)

"ابو عبدالرحمن السلمیؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے اور حضرت علیؓ خود انہیں وتر پڑھاتے تھے"

۱۴۔ عَنْ اَبِی الْحَسْنَاءِ اَنَّ عَلِیًّا اَمَرَ رَجُلاً یُّصَلِّیْ بِهِمْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص۳۹۳، ج۲)

"ابوالحسناءؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھایا کرے"

۱۵۔ عن ابی الحسناء اَنَّ علی ابن ابی طالب اَمَرَ رَجُلاً اَن

يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً.

(بیہقی ج ۲، ص ۴۹۷)

"ابوالحسناءؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ لوگوں کو پانچ ترویحات بیس رکعت تراویح پڑھایا کرے۔

۱۶۔ حدثنی زید بن علی عن ابیه عن جده عن علیؓ اَنَّهٗ اَمَرَالَّذِیْ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ صَلاةَ الْقِیَامِ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ اَن یُّصَلِّیَ بِهِمْ عِشْرِیْنَ رَکْعَةً یُسَلِّمُ فِیْ کُلِّ رَکْعَتَیْنِ وَ یُرَاوِحُ مَابَیْنَ کُلِّ اَرْبَعِ رَکَعَاتٍ فَیَرْجِعُ ذُوالْحَاجَةِ وَیَتَوَضَّا الرَّجُلُ وَاَنْ یُّوْتِرَبِهِمْ مِنْ آخِرِ اللَّیْلِ حِیْنَ الاِنْصِرَافِ . (مسند الامام زید ص ۱۳۹)

"امام زید اپنے والد امام زین العابدینؒ سے اور وہ اپنے والد حضرت امام حسینؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے جس امام کو رمضان میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا اسے فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھائے ہر دو رکعت پر سلام پھیرے ہر چار رکعت کے بعد آرام کا وقفہ دے کہ حاجت والا فارغ ہو کر وضو کر لے اور سب سے آخر میں وتر پڑھائے"

ان چاروں روایات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں اور کتنے ہی اختلاف ہوئے ہوں مگر تراویح میں قطعاً کوئی اختلاف نہ تھا، سب نے بیس رکعت تراویح پر مواظبت فرمائی۔ حضرت علیؓ خود یہ حدیث روایت فرماتے تھے کہ حرم میں بدعت ایجاد کرنے والے کے نہ فرض قبول ہیں نہ نفل (بخاری ص ۱۰۸۴، ج ۲) آپ کو بدعت سے اتنی نفرت تھی کہ ایک موذن کو دیکھا کہ اذان کے بعد تثویب کر رہا ہے آپ نے فرمایا اس بدعتی کو مسجد سے نکال دو۔

(البحر الرائق ج ۱ ص ۲۶۱)

ایک شخص کو عید گاہ میں نماز عید سے قبل نفل پڑھتے دیکھا تو اسے منع فرمایا، اس نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نماز پر مجھے سزا دیں گے۔ فرمایا عید سے پہلے نوافل کا ثبوت نہیں اس لیے یہ عبث ہے حرام ہے مخالفت رسول ہے اس پر اللہ تجھے سزا دے گا (کذا فی الجنتہ ص ۱۶۵) جو حضرت علیؓ دو نفل کی بدعت تو برداشت نہیں کر سکتے وہ خود بلا ثبوت بارہ زائد رکعات کا حکم کیسے دے سکتے ہیں؟ کسی مسلمہ محدث فقیہ یا مورخ نے دور مرتضوی میں بیس رکعت تراویح کی مواظبت پر انکار نہیں فرمایا اور نہ ہی اس پورے دور میں کسی وہمی یا ضعیف ترین سند سے آٹھ رکعت تراویح کا نشان ملا، نہ کتب حدیث میں نہ کتب فقہ میں نہ کتب تاریخ میں غیر مقلدین کی پوری جماعت یہاں کشتی ڈبو کے بیٹھی ہے۔ امام بیہقیؒ نے اثر علیؓ کو اثر شُتَیر بن شَکَل کی قوت کے لیے روایت کیا ہے۔ امام ابن تیمیہ نے منہاج السنہ ص ۲۲۴ ج ۲ پر اس سے استدلال کیا ہے اور علامہ ذہبی جیسے ناقدفن نے اس پر المنتقی ص ۵۴۲ میں سکوت فرمایا ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں اکثر اہل علم کا قول ہے جیسا کہ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ سے مروی کہ بیس رکعات پڑھنی چاہیئں اور یہی قول امام سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ، اور امام شافعیؒ کا ہے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں اسی طرح پایا ہے کہ سب لوگ بیس رکعات پڑھتے ہیں ص ۱۳۹، ج ۱۔ ایوب صابر کو اس دور میں آٹھ تراویح کے بارے میں ہر طرف اندھیر نظر آیا تو مارے حسد کے ان روایات کے انکار پر اتر آیا۔ یہ تو اس کی جماعت کی پرانی عادت ہے۔ کبھی تو یہ شور مچایا کہ ابوالحسناء غیر معروف ہے حالانکہ اسے معلوم ہے کہ احناف کے ہاں تو خیر القرون کی جہالت و تدلیس وارسال جرح ہی نہیں اور شوافع کے ہاں متابعت سے یہ جرح ختم ہوگئی۔ کیونکہ حضرت علیؓ سے بیس رکعت تراویح روایت کرنے میں ابوالحسناء اکیلے نہیں بلکہ سیدنا امام حسینؓ اور امام ابوعبدالرحمٰن السلمیؒ بھی یہی روایت کرتے ہیں۔ حماد بن شعیب کی صرف وہ روایت ضعیف ہے جس میں اس کا کوئی متابع نہ ہو نہ شاہد ہو، یہاں تین سندیں اس

کے شواہد میں ہیں اور محدثین کے نزدیک تعدد طرق سے ایسے ضعف بالکل ختم ہو جاتے ہیں۔ عطاء بن سائب پر آخر عمر میں خلط حفظ کی جرح کی ہے جو شواہد و متابعات سے بالکل ختم ہو جاتی ہے اس لیے ایک بھی جرح موثر نہیں تمام جروح مردود ہیں۔ الحاصل خلافت راشدہ میں بلانکیر بیس رکعت تراویح پر عمل جاری رہا اور قرآن پاک میں ہے کہ دور خلافت میں وہ دین مضبوطی سے پھیلے گا جس سے خدا راضی ہے۔ (النور)

دیگر صحابہ کرام اور تابعین کا تعامل

۱۷ ۔امام حسن بصری عبدالعزیز بن رفیعؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعبؓ مدینہ منورہ میں رمضان میں بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳ ج ۲)

۱۸۔ عن زید بن وهب قال كان عبدالله بن مسعود يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَيَنْصَرِفُ وَعَلَيْهِ لَيْلٌ قَالَ الاَعْمَش كَانَ يُصَلِّي عِشْرِيْنَ رَكْعَةً (قیام اللیل ص ۹۱)

"زید بن وہب سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہمیں رمضان شریف میں تراویح پڑھاتے تھے۔ امام اعمش بھی فرماتے ہیں کہ بیس تراویح پڑھاتے تھے"

۱۹۔ عن عطاء قال اَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ ثَلَاثًاوَّ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ۔ (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳)

"حضرت عطاء م ۱۱۴ھ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو بیس تراویح اور تین وتر ہی پڑھتے پایا"۔

۲۰۔ ابو حنيفة عن حماد عن ابراهيم اِنَّ النَّاسَ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ فِيْ رَمَضَانَ.

(کتاب الآثار ابو یوسف ص ۴۱) (۱۷، ۱۸ مراسیل معتضدہ

سے ہیں جو اجماعا حجت ہیں۔ ۱۹، ۲۰ کی سند بالکل صحیح ہے)

"امام ابو حنیفہؒ امام حماد سے وہ امام ابراہیم تابعی سے روایت کرتے ہیں کہ سب لوگ (صحابہ تابعین و تبع تابعین) رمضان میں بیس تراویح ہی پڑھا کرتے تھے"۔

۲۱۔ عن شُتَیرِ بن شَکَلٍ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ عَلِیٍّ اَنَّہٗ کَانَ یَؤُمُّھُمْ فِیْ شَھْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً وَیُوْتِرُ بِثَلاثٍ (بیہقی ص ۴۹۶ ج ۲)

"حضرت شتیر بن شکلؒ جو حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے تھے رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے"۔

۲۲۔ عن اَبِی الْبَخْتَرِیْ اَنَّہٗ کَانَ یُصَلِّی خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ وَ یُوْتِرُ بِثَلاث. (ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳ ج ۲)

"ابو البختری م ۸۳ھ یہ بھی اصحاب علیؓ سے تھے اور بیس تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے خلف سے شعبہ راوی ہے وھو لا یروی الا عن ثقة. (تہذیب ص ۱۴۹، ج ۳)

۲۳۔ عن ابی الخُصَیْبِ قَالَ کَانَ یَؤُمُّنَا سُوَیْدُ بْنُ غفلَۃَ فِیْ رَمَضَانَ فَیُصَلِّی خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً.

"ابو الخصیب سے روایت ہے کہ حضرت سوید بن غفلہؒ م ۸۰ھ ہمیں رمضان شریف میں پانچ ترویحے بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے"۔ (بیہقی ج ۲، ص ۴۹۶)

۲۴۔ عن نافع بن عمر قال کَانَ ابْنُ اَبِیْ مُلَیْکَۃَ یُصَلِّی بِنَا فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً۔

(رواہ ابن ابی شیبہ ص ۳۹۳ ج ۲ واسنادہ صحیح آثار السنن ص ۵۶ ج ۲)

"نافع بن عمر سے روایت ہے کہ ابن ابی ملیکہ م ۱۱۷ھ ہمیں بیس
رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے"

۲۵۔ عن سعید بن عُبَیْدٍ اَنَّ عَلِی بن رَبِیْعَۃَ کَانَ یُصَلِّیْ بھم
فِیْ رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِیْحَاتٍ وَ یُوْتِرُ بِثَلاثٍ۔

سعید بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ربیعہ (جو کبار
تابعین سے تھے) ہمیں رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھایا
کرتے تھے"۔ (ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۹۳ اسنادہ صحیح)

۲۶۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکرہؓ (جو حضرت علیؓ کے شاگرد تھے۔ (تہذیب
ج ۶ ص ۱۲۸) وہ لوگوں کو پانچ ترویحے بیس تراویح پڑھایا کرتے تھے۔
(قیام اللیل ص ۱۵۸)

۲۷۔ حضرت سعید بن ابی الحسن جو حضرت علیؓ کے خاص شاگرد تھے (تہذیب ج
۴ ص ۱۶) وہ لوگوں کو پانچ ترویحے بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے۔
(قیام اللیل ص ۱۵۸)

۲۸۔ عمران العبدی حضرت علیؓ کے خاص شاگرد بھی لوگوں کو بیس رکعت تراویح
پڑھایا کرتے تھے۔ (قیام اللیل ص ۱۵۸)

یہ خیر القرون کا تعامل ہے۔ پورے خیر القرون میں بیس رکعت کے خلاف
کبھی کوئی شر کھڑا نہیں کیا گیا اور آپ حیران ہوں گے کہ اس پورے خیر القرون میں
صرف آٹھ رکعت تراویح کا نام ونشان نہیں ملتا۔

نوٹ: آنحضرت ﷺ چونکہ تہجد اور وتر کی نماز اکٹھی پڑھا کرتے تھے اس لیے راوی
ان سب کو ملا کر کبھی تہجد کے نام سے روایت کر دیتے ہیں کبھی وتر کے نام سے مثلاً عموماً
آنحضرت ﷺ آٹھ رکعت تہجد ادا فرماتے اس کے ساتھ تین وتر ملا کر گیارہ ہو جاتیں
کبھی فجر کی سنتوں کو بھی ساتھ ملا کر بیان کر دیتے تو تعداد تیرہ ہو جاتی اور کبھی شروع
کے دو نفل تحیۃ الوضوء کے بھی راوی ساتھ ملا لیتا تو تعداد ۱۵ ہو جاتی۔ تو یہ صرف طرز

روایت کا اختلاف ہے نہ کہ تعداد کا اختلاف اس سے جیسے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ آنحضرت ﷺ فجر کی سنتیں ۱۵ پڑھتے تھے اسی طرح یہ نتیجہ نکالنا کہ آپ وتر ۱۵ پڑھتے تھے غلط ہے۔ وتر ان میں تین ہی تھے اور فجر کی سنتیں دو ہی تھیں۔

اسی طرح اہل مکہ ہر چار رکعت کے بعد خانہ کعبہ شریف کا طواف کر لیتے تھے اہل مدینہ اس دوران چار نفل پڑھنے لگے تو بیس تراویح میں سولہ نوافل ملا کر روایت کر دیا گیا تو تعداد چھتیس ہوگئی اور چونکہ تین وتر بھی تراویح کے ساتھ پڑھتے تھے بعض نے ان کو بھی ملا کر روایت کر دیا تو تعداد انتالیس ہوگئی اور بعض نے وتر کے بعد والے نوافل کو بھی شامل روایت کر لیا تو تعداد کتالیس بیان کر دی۔ ہاں بعض لوگ چار یا آٹھ نفل ملاتے تو چھ یا سات ترویحے راوی بیان کر دیتا، الغرض یہ تعداد تراویح کی سنت مقدار کا بیان نہیں بلکہ باقی نوافل وغیرہ ساتھ ملا کر روایت کر دی گئی ہیں صحابہ کی بلانکیر مواظبت چونکہ بیس رکعت پر ہی ہے اس لیے سنت اس کو ہی کہا جائے گا۔ باقی کوئی جتنے نفل چاہے پڑھے کبھی اس کے خلاف احناف نے نہ رسالہ شائع کیا نہ اشتہار نہ چیلنج نہ رمضان کے مقدس مہینہ میں زائد عبادت کرنے والوں کے خلاف کوئی شر کھڑا کیا بلکہ ان لوگوں کی حوصلہ افزائی اور تعریف کرتے ہیں۔

آئمہ اربعہ

نبی پاک ﷺ کی پاک سنتوں اور خلفائے راشدین کے مقدس طریقوں کی حفاظت وتدوین جس جامعیت اور تفصیل کے ساتھ ائمہ اربعہ نے فرمائی ہے یہ مقام امت میں اور کسی کو نصیب نہیں ہوا اسی لیے پوری امت ان ہی کی رہنمائی میں پاک سنتوں پر عمل کر رہی ہے۔ ان میں سے کسی امام کی فقہ کی کسی متن میں آٹھ رکعت تراویح کو سنت اور بیس کو بدعت نہیں لکھا گیا امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ بیس کے قائل تھے اور امام مالکؒ ۲۰ تراویح ۱۶ نوافل ۳۶ کے قائل تھے۔

(بدایۃ المجتہد ص ۱۵۲، ج ۱)

اجماع امت

حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح باجماعت پر اجماع ہوا۔

(۱) حضرت ملا علی قاری مکی فرماتے ہیں۔ اجمع الصحابة على ان التراويح عشرون ركعة. (مرقات ج ۳ ص ۱۹۴)

(۲) وبالاجماع الذی وقع فی زمن عمرؓ اخذ ابو حنيفة والنووی والشافعی واحد والجمور واختاره ابن عبدالبر.

(اتحاف سادة المتقین ص ۴۲۲ ج ۳)

(۳) وثبت اهتمام الصحابة على عشرين في عهد عمر و عثمان وعلي فمن بعدهم. (حاشیہ شرح وقایہ مولانا عبدالحیؒ لکھنوی)

(۴) ابن حجر مکی فرماتے ہیں صحابہ نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔ (انارۃ المصابیح ص ۱۸)

(۵) ابن عبدالبر فرماتے ہیں وهو الصحيح عن ابی بن كعب من غير خلاف من الصحابة. (عمدة القاری ج ۵ ص ۲٦۷)

(٦) علامہ قاضی خان فرماتے ہیں وهو المشهور من الصحابة والتابعين .

(فتاویٰ قاضی خان ص ۱۱۰)

(۷۔۱۳) ابن قدامہ مغنی ص ۸۰۳، ج ۱ میں شمس الدین شرح مقنع ص ۸۵۲، ج ۱ میں علامہ قسطلانی شرح بخاری میں، مولانا محمد زکریا صاحب اوجز المسالک ص ۳۹۰ میں علامہ عبدالحیؒ لکھنوی التعليق الممجد ص ۵۳ میں، ملا علی قاری شرح نقایہ ص ۱۰۴ میں، نواب صدیق حسن غیر مقلد عون الباری ص ۳۰۷ ج ۲ میں اجماع کو نقل فرماتے ہیں۔

(۱۴۔۱۵) امام نووی باتفاق المسلمين کے لفظ سے اور ابن تيميه فلما جمعهم عمر على ابی بن كعب سے اس اجماع کا ذکر فرماتے ہیں۔

(کتاب الاذکار ص ۸۳۔ فتاویٰ ص ۴۰۱ ج ۴)

(۱۶۔۱۷) علامہ طحطاوی ص ۲۶۸ ج ا علامہ شرنبلالی مراقی الفلاح ص ۸۱ پر لفظ متوارث سے اجماع بیان کرتے ہیں۔

(۱۸۔۲۶) علامہ ابن الہمام فتح القدیر ص ۴۰۷ ج ا، علامہ انور شاہ عرف الشذی ص ۳۳۰۔ علامہ ابن نجیم البحر الرائق ص ۶۶ ج ۲، شیخ عبدالحق محدث دہلوی ماثبت بالسنہ ص ۲۱۷، علامہ شامی ردالمحتار ص ۵۱۱ ج ا، علامہ کاسانی البدائع والصنائع ص ۲۸۸ ج ا، علامہ سبکی المصابیح ص ۱۶، علامہ سیوطی المصابیح ص ۱۶، علامہ حلبی شرح منیہ ص ۳۸۸ پر **ثم استقر الامر علی هذا** وغیرہ الفاظ سے اس اجماع کا ذکر فرماتے ہیں اور کسی اہل فن نے اس کا انکار نہیں کیا۔

ایوب صابر تمام غیر مقلدین کو ساتھ ملا کر بلکہ غیر مقلدیت کی ترقی یافتہ اقسام نیچریوں، قادیانیوں چکڑالویوں اور اپنے محسنین برطانیہ کو ساتھ ملا کر کسی ایک حدیث کی کتاب یا متن فقہ کی مسلمہ کتاب یا مسلمہ تاریخ اسلام سے دکھادیں کہ عہد فاروقی میں بیس رکعت تراویح پر اجماع نہیں ہوا یا اس اجماع پر عمل جاری نہیں رہا۔ بلکہ عہد فاروقی میں اجماع صرف آٹھ رکعت پر ہوا اور ان آٹھ پر ہی امت کا تعامل وتوارث بلانکیر جاری رہا تو ہم انہیں اس محنت کے صلہ میں ایک دوضب (گوہ) ناشتہ کے لیے پیش کردیں گے جس طرح اہل فن نے کہا کہ **كُلُّ فَاعِلٍ مَرْفُوعٌ** اور کسی اہل فن نے اس کا انکار نہیں کیا تو تمام لوگ اس کو فن کا اجماعی مسئلہ مانتے ہیں۔ اگر کوئی نااہل اس کو نہ مانے تو اس سے اجماع پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور یہ تو ایوب صابر صاحب بھی جانتے ہیں کہ قرآن پاک میں سبیل مومنین سے کٹنے والے کو اور حدیث میں اجماع اور سواد اعظم سے ہٹنے والے کو دوزخی کہا گیا ہے اسی بنا پر علامہ انور شاہؒ فرماتے ہیں **واما من اکتفی بالرکعات الثمانیة وشذعن السواد الاعظم وجعل یرمیهم بالبدعة فلیر عاقبته** (فیض الباری ص ۱۸۱ ج ۳) یعنی جو آٹھ رکعات پر اکتفا کر کے سواد اعظم سے کٹ گیا اور سواد اعظم کو بدعتی کہتا ہے وہ اپنا انجام سوچ لے۔ اور مولانا عبدالحیٔ لکھنوی فرماتے ہیں کہ آٹھ رکعت

پڑھنے والا سنت موکدہ کا تارک ہے۔ (حاشیہ ہدایہ ص ۱۵۱ ج ۱)

مثال: جس طرح ظہر سے پہلے چار رکعت سنت موکدہ ہے اگر ان چار کے ساتھ کوئی شخص نفل ملا لے تو کوئی ملامت نہیں مگر چار رکعت سنت کی بجائی دو رکعت سنت پڑھنے والا یقیناً تارک سنت اور قابل ملامت ہے۔

ضروری تنبیہ

اہل سنت و الجماعت بالترتیب چار دلیلوں کو مانتے ہیں کتاب اللہ سنت رسول اللہ، اجماع امت، قیاس شرعی، اصول حدیث یا اصول فقہ یا اسماء الرجال کی کوئی کتاب خدا اور رسول کی لکھی ہوئی نہیں۔ اس لیے یہ اصول یا اجماعی ہوں گے یا اختلافی۔ ہم اجماعی اصولوں کو دلیل اجماع سے مانتے ہیں اور اختلافی اصولوں میں اصول احناف کے پابند ہیں جیسے حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہو جائے وہ لازم العمل ہے اس کی سند پر بحث کی ضرورت نہیں یہ اصول اجماعی ہے مرسل معتضد حجت ہے یہ اصول اجماعی ہے جس مسئلہ پر اجماع ہو اسے اسنادی بحثوں سے مختلف فیہ بنانا بھی اجماعی اصول سے انحراف ہے۔ ہاں خیر القرون میں ارسال جہالت تدلیس کا مسئلہ اختلافی ہے۔ احناف اس کو جرح نہیں سمجھتے ان کو شوافع کے اختلافی اصول ماننے پر مجبور کرنا بھی خرق اجماع ہے۔ غیر مقلدین کا کہنا ہے کہ ہم صرف قرآن حدیث مانتے ہیں اس لیے وہ بتائیں کہ ان کو تو اجماعی اصول کے استعمال کا بھی حق نہیں چہ جائیکہ اختلافی اصول استعمال کریں وہ بھی ان کے خلاف جو ان کو مانتے ہی نہیں۔ اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین جو بیس رکعت کو بدعت اور آٹھ رکعت کو سنت کہتے ہیں، ان کی اصل دلیل جس کو بنیادی سمجھتے ہیں حدیث عائشہؓ ہے۔

۱۔ لیکن اس سے استدلال کی بنیاد نماز تہجد اور نماز تراویح کا ایک ہونا ہے جس کا ثبوت نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں نہ اجماع میں۔

۲۔ امت کے تمام محدثین نے اپنی احادیث کی کتابوں میں تہجد اور تراویح کے

الگ الگ ابواب قائم کیے ہیں۔

۳۔ امت کے تمام فقہاء نے خواہ وہ حنفی ہوں یا شافعی مالکی ہوں یا حنبلی کتب فقہ میں تراویح و تہجد کے ابواب الگ الگ باندھے ہیں۔ گویا محدثین وفقہاء کا یہ قطعی اجماعی مسئلہ ہے۔

(۴۔۱۵) امام مسلم، امام مالک، امام عبدالرزاق، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ترمذی، امام ابوعوانہ، امام ابن خزیمہ، امام مروزی، امام دارمی، صاحب بلوغ المرام، صاحب مشکوٰۃ سب اس حدیث کو اپنی کتابوں میں لائے ہیں مگر باب تراویح میں نہیں لائے۔

۱۶۔ یہ تمام محدثین اس حدیث کو امام مالکؒ کی سند سے لائے ہیں۔ امام مالکؒ نے کبھی اس سے تراویح پر استدلال نہیں فرمایا کیونکہ وہ تو مع النوافل ۳۶ رکعات کے قائل وفاعل ہیں۔

۱۷۔ امام محمدؒ، امام بخاریؒ اور امام بیہقیؒ اس کو قیام رمضان میں لائے ہیں مگر یہ حضرات بھی تراویح اور تہجد کو ایک نہیں مانتے کیونکہ ان حضرات نے بھی تہجد کا باب تراویح سے الگ باندھا ہے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ قیام رمضان میں تراویح اور تہجد دونوں پڑھنی چاہئیں چنانچہ امام بخاریؒ تراویح اور تہجد دونوں پڑھا کرتے تھے۔ (تاریخ بغداد)

۱۸۔ فتاویٰ علمائے حدیث میں ہے نماز تہجد تو سارے سال میں ہوتی ہے اور تراویح خاص رمضان میں ہے (ص ۳۳۰ ج ۲) اس حدیث عائشہؓ میں سارے سال والی نماز کا ہی ذکر ہے جو تہجد ہے۔

۱۹۔ فتاویٰ علمائے حدیث میں ہے۔ نماز تراویح میں جماعت شرط ہے اگر اکیلے اکیلے پڑھیں تو وہ تراویح نہ ہوگی (ص ۲۴۳، ج ۶) اس حدیث میں وہی نماز ہے جو آپؐ نے اکیلے پڑھی۔

۲۰۔ اس حدیث کو خود حضرت عائشہؓ نے عہد فاروقی، عہد عثمانی، عہد علوی میں کبھی

بھی بیس رکعت والوں کے خلاف پیش نہ فرمایا، ہم نے لکھا تھا کوئی ثابت کرے تو دس ہزارروپیہ انعام دیں گے ہے کوئی زندہ دل غیر مقلد مگر جواب میں سب مردہ بن گئے۔

۲۱۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کی تہجد کی نماز والی احادیث بہت سے صحابہؓ سے مروی ہیں۔ کسی ایک صحابی نے بھی تہجد والی روایت کو بیس رکعت تراویح والوں کے خلاف پیش نہ کیا۔

۲۲۔ صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی سب لوگ بیس تراویح اور بعض نوافل ملا کر ۳۶ پڑھتے رہے۔ کسی تابعی یا تبع تابعی نے اس تہجد والی حدیث کو ان کے خلاف پیش نہ کیا۔

۲۳۔ تمام صحابہ تابعین تبع تابعین ائمہ اربعہ اور اجماع امت کے خلاف غیر مقلدین کا سہارا ایک شاذ علمی قول ہے کہ زیلعی ابن ہمام وغیرہ چند افراد نے حدیث عائشہؓ کو حدیث ابن عباسؓ کے معارض قرار دیا ہے۔ ان کی علمی بات کا خلاصہ یہی ہے کہ حدیث ابن عباسؓ سنداً ضعیف ہے مگر تمام امت کا اجماعی تعامل بیس پر ہے اور حدیث عائشہؓ اگرچہ سنداً صحیح ہے مگر عملی طور پر تراویح کے باب میں اجماعاً متروک العمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سب حضرات ہمیشہ بیس رکعت ہی پڑھتے رہے۔ انہوں نے کبھی بیس کو بدعت نہیں فرمایا ان کی شاذ متروک العمل رائے کو پیش کرنا اور اجماعی اور معمول بہ مسئلہ کو چھوڑ دینا یہ نہایت قبیح علمی خیانت ہے۔

۲۴۔ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ آپ تو صرف قرآن حدیث کا نام لیا کرتے ہیں۔ صحابہ تابعین کی بات ماننے کو تیار نہیں، ائمہ اربعہ تک کو اَرْبَاباً مِّنْ دُوْنِ اللہ میں شامل فرماتے ہیں یہ لوگ بوجہ مقلد ہونے کے آپ کے نزدیک مشرک بھی ہیں، جاہل بھی، اندھے بھی، ان کے اقوال کو کیوں پیش کیا۔ اگر یہ کہو کہ ہم نے محض الزامی طور پر پیش کیا ہے تو آپ نے مان لیا کہ اس کی کوئی تحقیقی دلیل آپ کے پاس نہیں ہے ہاں الزام بھی درست نہیں کیونکہ الزام مسلمات خصم پر مبنی ہوتا ہے۔ ہمارا مذہب متفقہ طور پر

متون میں صرف بیس رکعت تراویح سنت ہے یہ شاذ قول ایسا ہی ہے جیسے متواتر قرآن کے خلاف شاذ قرأتیں اور سنت متواترہ کے خلاف شاذ ومتروک روایات اس لیے ہمارا اصول یہی ہے **وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل و خرق للا جماع** قاضی کا حکم کرنا یا مفتی کا فتویٰ دینا مرجوح قول پر جہالت اور اجماع کا پھاڑنا ہے یعنی باطل اور حرام ہے۔ (درمختار ص ۱۳ ج ۱)

(۲۵۔۳۰) خود غیر مقلدین کا بھی اس حدیث پر عمل نہیں یہاں غیر رمضان کا لفظ ہے وہ غیر رمضان میں تراویح نہیں پڑھتے۔ یہاں چار چار رکعت کا ذکر ہے وہ دو دو پڑھتے ہیں۔ یہاں گھر میں نماز کا ذکر ہے وہ مسجد میں پڑھتے ہیں یہاں تین وتر کا ذکر ہے وہ ایک پڑھتے ہیں یہاں بلا جماعت نماز کا ذکر ہے وہ باجماعت پڑھتے ہیں یہاں وتر سے پہلے سونے کا ذکر ہے وہ وتر سے پہلے نہیں سوتے۔ امید ہے کہ ان تیس نمبروں کا جواب قرآن وحدیث سے دیا جائے گا۔

دوسری روایت حضرت جابرؓ والی پیش کرتے ہیں یہاں انہیں تین باتیں ثابت کرنا تھیں۔ ایک یہ کہ یہ حدیث صحیح ہے دوسری یہ کہ اس میں آٹھ رکعت پر مواظبت ثابت ہے۔ تیسری یہ کہ جب دور فاروقی وعثمانی وعلوی میں بیس رکعت تراویح باجماعت علی الاعلان مسجد نبوی میں پڑھی جاتی تھیں تو حضرت جابرؓ نے اس حدیث کو ان کے خلاف پیش کیا تھا اور اپنی مسجد آٹھ تراویح کے لیے کوئی الگ بنائی تھی۔ مگر ایوب صاحب اور ساری کمپنی اس میں بالکل ناکام رہی ہے۔

(۱) اس کا ایک راوی یعقوب بن عبداللہ القمی ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ ایک روایت کے بعد لکھتے ہیں۔ **وھذا الحدیث منکر جدا وفی اسنادہ ضعف و یعقوب ھذا ھو القمی وفیہ تشیع ومثل ھذالا یقبل تفردہ بہ** (البدایہ والنہایہ ص ۳۷۵ ج ۸) یہ حدیث سخت منکر ہے اس کی سند ضعیف اور یعقوب قمی شیعہ ہے ایسے مسائل میں اس کا تفرد مقبول نہیں الغرض جہاں عظمت صحابہ یا مسلک صحابہ مجروح ہوتا ہو

وہاں ایسے راوی کا تفرد مقبول نہیں اور اس تراویح والی روایت میں بھی یہ منفرد ہے اور اس کی روایت اجماع صحابہ کے خلاف ہے۔

(۲)　دوسرا راوی عیسیٰ بن جاریہ ہے۔ امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں اس کے پاس منکر روایات ہوتی تھیں۔ امام نسائی اس کو منکر الحدیث اور متروک فرماتے ہیں۔ امام ابوزرعہؒ لا باس بہ فرماتے ہیں　(میزان الاعتدال ص ۳۲۱ ج ۲)

خود ایوب صابر نے بھی مانا ہے کہ یہ روایت بنیاد نہیں بطور شاہد ہے۔ اب شاہد کے لیے پہلے بنیاد تو بتاؤ پھر ایسی روایت جب اجماع کے خلاف ہو تو اس کے منکر ہونے میں کیا شبہ خود یہ بھی کسی حدیث وفقہ میں ثابت نہیں کہ یہ دونوں راوی ساری امت کے خلاف اپنی الگ مسجد بنا کر آٹھ تراویح پڑھا کرتے تھے۔

(۳)　پھر اس میں مواظبت تو کیا ثابت ہوتی بعض کتابوں میں لیلۃ صرف ایک رات کی صراحت ہے جو مواظبت کی تردید ہے اجماع امت کے خلاف وقتی فعل کو سنت کہنا غلط ہے۔

تیسری روایت حضرت ابی بن کعبؓ والی پیش کرتے ہیں۔ یہاں بھی تین باتیں ثابت کرنا ضروری تھا۔ ایک یہ کہ یہ روایت صحیح ہے دوسرے یہ کہ اس میں آنحضرت ﷺ کی آٹھ پراز خود مواظبت ثابت ہے تیسرے یہ کہ جب دور فاروقی و عثمانی میں لوگ برملا بیس رکعت پڑھتے تھے تو حضرت ابی بن کعبؓ نے یہ روایت ان کے خلاف پیش کی تھی اور نہ ماننے کی صورت میں یہ الگ ہو کر صرف آٹھ رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے مگر یہ اس میں بالکل ناکام رہے ہیں۔

(۱۔۲)　یہ روایت صحیح نہیں کیونکہ اس کی سند میں وہی یعقوب اور عیسیٰ ہیں۔

(۳)　اس کی سند میں محمد بن حمید رازی ہے جس کو خود ایوب صابر بھی ثقہ نہیں مانتا اس سے جان چھڑانے کے لیے بہت بڑا دھوکہ دیا ہے کہ محمد بن حمید کاتب کی غلطی ہے مگر اس پر بارہ صدیوں میں کسی محدث کا حوالہ موجود نہیں۔ پھر یہ لکھا ہے کہ میزان

الاعتدال اور طبرانی میں اس سند میں جعفر بن حمید ہے۔ حالانکہ یہ محض جھوٹ ہے جعفر بن حمید پچھلی روایت جابرؓ کا راوی ہے جس میں حضور ﷺ کی اپنی نماز کا ذکر ہے یہ حدیث وہ ہے جس میں ابی بن کعبؓ کے عورتوں کو نماز پڑھانے کا ذکر ہے۔

(۴) اس میں یہ بھی ثابت نہیں کہ یہ ضرور رمضان کا واقعہ ہے کیونکہ مسند احمد اور طبرانی میں رمضان کا ذکر ہی نہیں۔ ابویعلیٰ میں یعنی رمضان ہے جو فہم راوی ہے نہ کہ روایت راوی اور قیام اللیل میں رمضان کا لفظ ہے۔

(۵) اس میں مواظبت کا کوئی ثبوت نہیں بلکہ مواظبت کے خلاف یہ جملہ ہے انه كانت مني الليلة شئي آج رات ایک عجیب بات ہوگئی۔

(۶) پھر دور فاروقی میں حضرت ابی بن کعبؓ خود بیس رکعت پڑھاتے رہے۔

(۷) پھر یہ روایت اجماعاً متروک العمل ہے یَدُاللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَقَالَ مَنْ شَذَّ شُذَّفِيْ النَّار الغرض آٹھ رکعت پر نہ مواظبت نبوی ثابت ہے نہ مواظبت صحابہ بلکہ یہ مواظبت اور اجماع کے خلاف ہے۔

غیر مقلدین مندرجہ ذیل امور میں حضور ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں۔

۱۔ آج کل غیر مقلدین چاند رات سے نماز تراویح کی جماعت شروع کرتے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ نے ساری زندگی میں ایک بار بھی چاند رات سے یہ جماعت شروع نہیں کرائی یہ سنت نبوی نہیں بلکہ سنت خلفاء راشدین ہے۔

۲۔ آج کل غیر مقلدین پورا ماہ رمضان نماز تراویح با جماعت ادا کرتے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ نے مسجد میں آئے ہوئے لوگوں کو فرمایا تھا اپنے گھر نماز پڑھو، یہ سارا مہینہ جماعت تراویح سنت نبوی نہیں بلکہ سنت خلفائے راشدین ہیں۔

۳۔ آج کل غیر مقلدین ہر سال رمضان میں تراویح با جماعت ادا کرتے ہیں جب کہ آنحضرت ﷺ نے صرف ایک سال آخری عشرہ میں تین دن جماعت کروائی تھی۔ یہ بھی سنت نبوی ہر گز نہیں ہے بلکہ سنت خلفائے راشدین ہے۔

۴۔ آج کل غیر مقلدین پورا مہینہ رمضان میں عشاء کے فوراً بعد نماز تراویح پڑھتے ہیں حالانکہ یہ سنت نبوی ہر گز نہیں ہم تو اسے سنت خلفائے راشدین کہتے ہیں مگر مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالقادر حصاروی فرماتے ہیں بہر حال نماز عشاء کے بعد تراویح جماعت کے ساتھ ہمیشہ ادا کرنا جیسا کہ عام طور پر مروج ہے نہ تعامل نبوی سے ثابت ہے نہ تعامل خلفائے اربعہ سے اس لیے یہ سنت نہیں جائز ہے۔
(صحیفہ اہلحدیث کراچی یکم رمضان ۱۳۹۲ھ)

۵۔ آج کل غیر مقلدین سارا مہینہ مسجد میں نماز تراویح پڑھتے ہیں۔ حالانکہ یہ سنت نبوی ہر گز نہیں چنانچہ مولانا عبدالقادر حصاروی تحریر فرماتے ہیں مسجد میں جماعت سے عشاء کے بعد ہمیشہ نماز تراویح پڑھنا بدعت حسنہ ہے سنت موکدہ نہیں بلکہ سنت نبوی اور سنت خلفاء اربعہ بھی نہیں ہے (حوالہ مذکور) نیز فرماتے ہیں گھر میں تراویح پڑھنے کے یہ فضائل ہیں۔ فرضوں کے برابر ثواب ملنا، ہزار نماز سے زیادہ ثواب ملنا، گھر میں نورانیت، پیدا ہونا گھر میں خیر و برکت نازل ہونا، یہ عمل خدا اور رسول کو محبوب ہونا وغیرہ (ایضاً)

نوٹ: حصاروی صاحب فرماتے ہیں۔ حضرت فاروق اعظمؓ کے اس فرمان سے بدعت کی دو قسمیں ثابت ہوئیں ایک حسنہ دوسری سیئہ، حسنہ وہ ہے جس کا ثبوت شارع سے ہو مگر اس کی ہیت کذائیہ کا ثبوت نہ ہو۔ اور سیئہ وہ ہے جس کا ثبوت ہی شارع سے نہ ہو یا ثبوت ہو مگر صحابہ کرام نے اس ہیئت کذائیہ پر تعامل نہ رکھا ہو۔ ایسی بدعت سے بالدوام بچنا چاہیے (ایضاً)

۶۔ آج کل غیر مقلدین نماز تراویح با جماعت میں قرآن پاک ختم کرتے ہیں حالانکہ نماز تراویح میں قرآن پاک کا ختم ہر گز سنت نبوی نہیں ہے بلکہ سنت صحابہ ہے البتہ اوکاڑہ کے غیر مقلدین نے ایک اشتہار میں اب ختم قرآن کو بدعت لکھ دیا ہے۔

۷۔ آج کل غیر مقلدین تراویح میں ختم قرآن کو اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ مولانا

حصاروی لکھتے ہیں۔ کسی قرآن خوان کو امام بنا کر گھر میں جماعت کرالیا کریں۔ اس طرح ختم قرآن اور جماعت کا ثواب بھی حاصل ہو جائے گا یا سورۃ قل ھو اللہ رکعت میں تین بار پڑھ لیا کریں (ملخصاً ایضاً)

۸۔ آج کل غیر مقلدین نماز تراویح کے بعد سو جاتے ہیں حالانکہ یہ سنت نبوی نہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا آپ کمر کس لیتے اور پورا مہینہ رات کو نہ سوتے، عزیزی ص ۱۲۷ ج ۳ بحوالہ شعب الایمان بیہقی، ہاں صحابہ کرام کا سو جانا ثابت ہے عہد فاروقی میں وَالَّتِیْ تَنَامُوْنَ عَنْهَا الحدیث.

(بخاری ص ۲۶۹ ج ۲)

۹۔ صحیح بخاری شریف ص ۲۶۹ ج ۲ پر ہے کہ رمضان المبارک کی آخری دس راتوں میں آنحضرت ﷺ اپنی ازواج مطہرات کو بھی بیدار رکھتے تھے جب کہ غیر مقلدین اپنی بیویوں کو بیدار نہیں رکھتے۔

۱۰۔ آج کل غیر مقلدین تراویح میں قرآن پاک اس طرح دیکھ کر پڑھتے ہیں کہ اٹھایا ہوا ہے ورق گردانی بھی ہو رہی ہے رکوع کے وقت نیچے زمین پر رکھ دیتے اگلی رکعت میں پھر اٹھا لیتے ہیں یہ طریقہ نماز تراویح میں ہرگز ہرگز سنت نبوی سے ثابت نہیں ہے۔

ایوب صابر نے تحقیق تراویح ص ۸۷ میں امام ابو حنیفہؒ کو ان احبار و رہبان میں شامل فرمایا ہے جو اپنی طرف سے حرام کو حلال، حلال کو حرام کرتے تھے اور احناف کو ان عیسائیوں میں شامل کیا ہے جو اپنے احبار و رہبان کے حلال و حرام کرنے کو خدا اور رسول کے مقابلے میں مانتے تھے۔ ایوب صابر کے شیخ الحدیث صاحب اساتذہ اور جماعت کو اس پر بہت خوشی ہوگی کہ کتنا بڑا کارنامہ ہے کہ مسلمانوں کے امام اعظم کو ان احبار و رہبان میں شامل کر دیا جو حرام خور جھوٹے تھے۔ اہلحدیث زندہ باد کے نعرے بھی لگے ہوں گے سب حنفی عیسائی، اہل حدیث زندہ باد، مگر جن لوگوں کی قرآن و حدیث پر

نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ بخاری شریف کی حدیث کے موافق یہ خارجیوں کا وطیرہ تھا کہ کافروں والی آیات مسلمانوں پر چسپاں کیا کرتے تھے اور قرآن پاک کے مطابق یہود کا یہ وطیرہ تھا ﴿یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ...﴾ وہ کلمات خداوندی کو بے موقع استعمال کرتے تھے۔ ایوب صابر کا استدلال جب درست ہوتا کہ وہ ان احبار ورہبان کا مجتہد ہونا قرآن حدیث سے ثابت کرتے پھر اس آیت کو مجتہد پر فٹ کرتے۔ اور یہ بھی مانتے کہ یہود کے یہ احبار ورہبان چونکہ مجتہد تھے اس لیے ان کو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اجر سے نوازا ہے۔ صواب پر دو اجر خطا پر ایک اجر۔ ایوب صابر نے قرآن کی آیت کا غلط استعمال کر کے مرزا قادیانی کی روح کو خوش کیا ہے اور اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔

قرآن وحدیث سے پتہ چلتا ہے کہ بنی اسرائیل کے علماء دو قسم کے تھے ایک تو خدا پر جھوٹ باندھنے والے ﴿یَکْتُبُوْنَ الْکِتَابَ بِاَیْدِیْھِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللہِ...﴾ جیسا کہ اس کا نقشہ آپ کو آپ کے مذہب کی مستند کتابوں نزل الابرار، بدور الاہلہ، عرف الجادی، ہدیہ المہدی میں نظر آئے گا۔ ان حضرات نے یہ کتابیں اس دعویٰ کے ساتھ لکھیں کہ ان کتابوں کے مسائل صرف خدا اور رسول کے مسائل ہیں۔ مگر جس اتفاق اور یقین سے آج تمام غیر مقلدین نے فیصلہ دے دیا ہے کہ ان کتابوں میں خدا رسول پر جھوٹ ہیں، اتنی صفائی سے شاید یہود ونصاریٰ نے بھی اپنے احبار ورہبان کے خلاف بیان نہ دیا ہو۔ یہاں دو شہادتیں ملاحظہ فرمالیں۔

(۱) مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی شہادت

جماعت اہل حدیث اپنے ناقص العلم اور غیر محتاط نام نہاد علماء کی تحریروں اور تقریروں سے دھوکہ نہ کھائے کیونکہ ان میں سے بعض تو پرانے خارجی اور بے علم محض اور بعض پرانے کانگریسی ہیں جو کانگریس کا حق نمک ادا کرنے کے لیے ایک نہایت گہری زمین دوز تجویز کے تحت انگریزی پالیسی .Divide and rule (تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو) سے مسلمانوں کو اختلافی مسائل میں مشغول کر کے باہمی اتفاق

میں رکاوٹ اور مسلمانوں میں خصوصاً اہل حدیث میں تعصب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔
(احیاء المیت ص ۳۶)

(۲) علامہ وحید الزمان کی شہادت

غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تیئں اہلحدیث کہتے ہیں انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی بھی پرواہ نہیں کرتے نہ سلف صالحین صحابہ اور تابعین کی قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں حدیث شریف میں جو تفسیر آچکی ہے اس کو بھی نہیں سنتے۔ (حیات وحید الزمان ص ۱۰۲ بحوالہ لغات الحدیث)

نصیحت

کاش ایوب صابر کے شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود جلالپوری اور استاد محمد رفیق جلالپوری اپنے شاگردوں کو مولانا داؤد غزنوی سابق امیر جماعت کی یہ نصیحتیں یاد دلا دیتے۔ مولانا داؤد غزنوی فرماتے ہیں۔ "دوسرے لوگوں کی یہ شکایت کہ اہل حدیث حضرات ائمہ اربعہ کی توہین کرتے ہیں بلا وجہ نہیں ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے حلقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ائمہ اربعہ کے اقوال کا تذکرہ حقارت کے ساتھ کر جاتے ہیں یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ (داؤد غزنوی ص ۸۹)

بنی اسرائیل میں دوسری قسم کے علماء وہ تھے جن کو قرآن پاک نے ربانی فرمایا ہے اور صحیح بخاری ص ۱۶ پر ربانی کا معنی فقیہ لکھا ہے اور قرآن پاک میں حضرت موسیٰ کے ذکر کے بعد فرمایا ہے ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا﴾ معلوم ہوا ان میں ائمہ اور فقہاء بھی تھے تو امام ابو حنیفہؒ جو امام اور فقیہ ہیں ان کے لیے یہ آیات لکھنی چاہیے تھیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے کبھی یہ نہ فرمایا کہ میں خدا کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتا ہوں بلکہ فرمایا القیاس مظہر لا مثبت میں خدا رسول کے وہ احکام جو عوام کے ذہن سے پوشیدہ

اور چھپے ہوئے ہیں صرف ان کو ظاہر کرتا ہوں، نہ پوشیدہ حکم کی تلاش گناہ ہے نہ اس ظاہر شدہ حکم پر عمل گناہ ہے ہم بھی آئمہ مجتہدین کو شارع نہیں بلکہ شارح سمجھتے ہیں وہ واسطہ فی التفہیم اور واسطہ فی البیان ہیں۔ ایوب صاحب نے دو مثالیں دی ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے شراب (خمر) کو حرام فرمایا۔ امام ابوحنیفہؒ نے خمر کو حلال کر دیا۔ حنفی اب خدا کی بات نہیں مانتے، امام ابوحنیفہ کی بات مانتے ہیں، حالانکہ امام ابوحنیفہؒ اور تمام احناف کے نزدیک خمر قطعاً حرام ہے اور پیشاب پاخانہ کی طرح نجاست غلیظہ بھی ہے جبکہ غیر مقلدین خمر کو پاک کہتے ہیں۔ ایوب صاحب جھوٹ، بہتان منافق کی نشانی ہے نہ کہ اہل حدیث کی۔ دوسری مثال یہ دی کہ رسول اقدس ﷺ سے پوچھا گیا کہ ضب (گوہ) حرام ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں لیکن میں نہیں کھاتا اور امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ضب مکروہ ہے، یہاں بھی ایوب صاحب اگر صحاح ستہ میں سے صرف ابوداؤد شریف ہی دیکھ لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ بعد میں خود حضور ﷺ نے ضب سے منع فرما دیا تھا۔ اب امام صاحبؒ کا علم کامل ہے کہ دونوں باتیں سامنے ہیں اور آخری حدیث پر فتویٰ ہے اور ایوب کا علم ناقص اور خواہ مخواہ ائمہ دین کا منہ چڑا رہا ہے۔ مولانا داؤد غزنوی کی یہ نصیحت یاد فرمالیں انہوں نے مولوی اسحاق کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا "مولوی اسحاق جماعت اہل حدیث کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے، ہر شخص ابوحنیفہ ابوحنیفہ کہہ رہا ہے کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابوحنیفہ کہہ دیتا ہے پھر ان کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ۔ اگر کوئی بہت بڑا احسان کرے تو وہ انہیں سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں ان میں اتحاد و یک جہتی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے" (داؤد غزنوی ص ۱۳۷)

آپ کے جن علماء نے ہاتھی، خچر، جنگلی بلے اور ہر سمندری جانور خواہ کتا ہو یا سؤر مینڈک ہو یا کچھوا حلال کہا ہے اور گدھ، کوے، چمگادڑ کو حلال کہا ہے بلکہ منی تک کا

کھانا ایک قول میں حلال کہا ہے۔ اس بارے میں کوئی قطعی نصوص آپ پیش کر سکتے ہیں؟ اگر آپ کو حلت کی نصوص نہ ملیں اور آپ اپنے احبار و رھبان کے خلاف ان کو حرام کہیں تو ان کی حرمت کی نصوص تحریر فرمادیں ورنہ بتائیں کہ ان کی حلت و حرمت کن احبار و رہبان سے آپ نے لی ہے، آپ نے ائمہ اربعہ کو احبار و رہبان والی آیت کا مصداق قرار دیا ہے۔ آپ کے بھائی اہل قرآن تمام محدثین، معدلین اور جارحین کو اس آیت کا مصداق قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کے سب اصول بھی قیاسی اور ظنی ہیں۔

آپ نے ابن حجر، زرقانی، زیلعی، ابن ہمام رحمہم اللہ وغیرہ بہت سے علماء کے اقوال لکھے ہیں آپ ان کو خدا سمجھتے ہیں یا رسول یا اربابا من دون اللہ آپ نے بہت سے سوال و جواب اپنے قیاسات سے گھڑے ہیں جب کہ آپ کے نزدیک قیاس کار شیطان ہے۔

آپ نے تحقیق تراویح پر قلم اٹھایا۔

۱۔ آپ قرآن پاک سے نہ آٹھ تراویح کا سنت ہونا ثابت کر سکے نہ بیس رکعت تراویح کا منع ہونا۔

۲۔ آپ کسی قولی حدیث سے آٹھ رکعت باجماعت بعد عشاء مسجد میں ختم قرآن کے ساتھ اس کا نہ حکم پیش کر سکے نہ قولی حدیث سے بیس کا منع ثابت کر سکے۔

۳۔ آپ نے جو فعلی حدیث پیش کی نہ اسے صحیح ثابت کر سکے نہ اس پر مواظبت ثابت کر سکے، ہاں اس حدیث پر عمل سے انکار کر دیا جس کو تلقی بالقبول حاصل تھی۔

۴۔ خلفائے راشدین سے نہ آٹھ کی کوئی غیر مضطرب روایت پیش کر سکے نہ مواظبت ثابت کر سکے کہ آٹھ کو سنت خلفاء ہی کہا جاتا ہاں اس کے بالمقابل ان احادیث کے انکار کا گناہ سر پر لیا جن پر امت کا توارث ہے۔

۵۔ ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی فقہ کے متن سے آٹھ کا سنت اور بیس کا بدعت ہونا ثابت نہ کر سکے۔ ہاں امام مالکؒ کی طرف سے بے سند قول اور ابن ہمامؒ کا

شاذ قول پیش کیا جو آپ کے اصول پر شرک اور ہمارے اصول پر باطل اور خرق اجماع اور حرام ہے۔ (درمختار)

٦۔ بعض امتیوں کے اقوال وہ بھی شاذ اور غیر متعلق پیش کر کے اپنے مشرک ہونیکا ثبوت دیا۔ بعض باتیں محض بے سند لکھ کر اپنے اصولوں پر بے دین بنے بعض اپنے قیاسات لکھ کر شیطان بنے۔

٧۔ آپ یہ فرمائیں کہ جو مسائل صراحتاً کتاب وسنت میں نہیں ملتے ہم ان مسائل کو اجتہاد و تقلید میں دائر سمجھتے ہیں کہ مجتہدین اجتہاد کر لیں، غیر مجتہدین تقلید۔ آپ کے نزدیک اجتہاد کرنا شیطان کا کام ہے اور تقلید کرنا مشرک کا۔ آخر آپ کے عوام کے لیے ایسے مسائل میں عمل کرنے کا کون سا راستہ ہے؟ وہ عوام بے چارے دلیل تفصیلی کو سمجھ تو کیا سکیں اس کی تعریف بھی نہیں کر سکتے۔ آپ کے علماء اجتہاد تو کیا کریں گے اجتہاد کی جامع مانع تعریف اور اس کی شرائط بھی ہماری کتابوں سے چوری کیے بغیر نہیں بتا سکتے۔ آپ کے عوام اپنے علماء سے ایسے مسائل پوچھیں، بغیر تفصیلی دلیل جانے تو مشرک بنیں نہ پوچھیں تو ساری عمر جاہل بے عمل رہیں اور جاہل بے عمل ہی مریں، بہر حال اس کا جواب آپ کے ذمہ ہے پیچھے جو سوالات گزرے ان کا جواب بھی آپ کے ذمہ ہے جو نہ آپ نے دیا اور نہ دے سکتے ہیں، میں اپنی اس تحریر کو یہیں ختم کرتا ہوں۔

وما علینا الا البلاغ المبین.

محمد امین صفدر اوکاڑوی